جلد ۵ اکتوبر ۱۹۶۴ء شمارہ ۱۰

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ چندہ ۶ روپے فی پرچہ ۶۰ پیسے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

(آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

اکتوبر ۱۹۶۴ء

(ایڈیٹر)

مسعود احمد دہلوی

سالانہ چندہ:۔ چھ روپے ٭ فی پرچہ:۔ ساٹھ پیسے

فہرست مضامین

ناشر:- چوہدری محمد ابراہیم ؛ مطبع:- ضیاء الاسلام پریس ربوہ ؛ مقام اشاعت:- دفتر ماہنامہ "انصار اللہ"
دارالصدر جنوبی ربوہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۵ | ماہنامہ انصار اللہ ربوہ | شمارہ ۱۰
۱۵؍اکتوبر ۱۹۶۴ء

رسید مژدہ کہ ایّامِ نو بہار آمد

سالانہ اجتماع کے مبارک ایّام اب بالکل قریب ہیں!

انصار اللہ کا اجتماع ہر سال دعاؤں، ذکرِ الٰہی، اور انابت الی اللہ کے رُوح پرور ماحول میں منعقد ہوتا ہے۔ اس کی بدولت ذہنوں کو ایک نئی جلاء، ایمانوں کو ایک نئی پختگی، اور روحوں کو ایک نئی بالیدگی نصیب ہوتی ہے۔ خدمتِ دین کے عزائم راسخ سے راسخ تر ہو کر عمل کی بے پناہ قوتوں کو اُبھارنے کا موجب بنتے ہیں۔ یہ ایک ایسی مسلّمہ حقیقت ہے کہ جس سے کسی کو بھی مجالِ انکار نہیں۔ لذّت آشنا دل جو سال بہ سال اس میں شامل ہو کر اس کی عظیم الشان برکات سے مستفیض ہوتے چلے آرہے ہیں اس کی انقلاب انگیز تاثیرات سے بخوبی واقف ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ماضی میں جو بھی اس میں ایک دفعہ شامل ہوا پھر وہ سال بہ سال اس میں ضرور شامل ہونے کا عزم لے کر ہی واپس لوٹا اور فی الحقیقت آئندہ اجتماعوں میں شامل ہوئے بغیر رہ ہی نہیں سکا۔ اسی لئے اجتماع میں شامل ہونے اور اس کی عظیم الشان برکات سے بہرہ ور ہونے والوں کی تعداد میں بفضل اللہ تعالیٰ سال بسال اضافہ ہوتا چلا آرہا ہے اور اس کی رونق بہ توفیق و تائیدِ ایزدی مسلسل بڑھتی ہی چلی آرہی ہے۔ اللّٰھمّ زِد فزِد۔

سچ یہ ہے اور اس میں ذرا کلام نہیں کہ اجتماع کی تیاری اور اس کے قرب کے ایام آمدِ بہار کے پُر کیف ایّام سے کسی طرح کم نہیں ہوتے اور خاص اجتماع کے ایّام تو وہ مبارک ایّام ہوتے ہیں کہ جن میں روحانی بہار

اپنے پورے عروج کو پہنچنے کے باعث روحانی مسرتوں اور شادمانیوں کو ہر طرف بکھیر کر رکھ دیتی ہے۔ اس وقت ان روحانی مسرتوں اور شادمانیوں کے درمیان ہم اللہ تعالیٰ کی تحمید و تمجید سے معمور فضا میں سانس لے رہے ہوتے ہیں اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ قدرتِ خداوندی کے علوی و سماوی عجائبات ایک ایک کر کے ہماری آنکھوں کے سامنے کھل رہے ہیں اور ہم سمندِ شوق پر سوار ہو کر ایک بلندی سے دوسری بلندی کی طرف بڑھ ہی نہیں رہے بلکہ بڑھتے ہی چلے جا رہے ہیں نفسِ امارہ کا تو ذکر ہی کیا یہ محسوس ہوئے بغیر نہیں رہتا کہ ہم فی الوقت نفسِ لوامہ کی حدود سے گزر کر نفسِ مطمئنہ کی حدود میں داخل ہونے کی سعادت سے بہرہ یاب ہیں جہاں ہر طرف نور ہی نور ہے اور ناقابلِ بیان سرور ہی سرور۔

اے روحانیت کے شیدائیو، محبتِ الٰہی کے متوالو، اور اے نفسِ مطمئنہ کے حصول کی خواہش میں تڑپنے والو! وہی ایامِ بہار جن کے انتظار میں تم سارا سال گن گن کر دن گزارتے ہو اپنی پوری رعنائیوں کے ساتھ اب پھر قریب آ گئے ہیں، قریب ہی نہیں آ گئے بلکہ دروازہ پر ہیں۔ خوش ہو اور خوشی سے اچھلو اس لئے کہ اجتماع انصار اللہ کے انعقاد کا مژدۂ جانفزا تم سن چکے ہو اور تمہارے حق میں مرکز کی طرف سے یہ ندائے دلربا بلند ہو چکی ہے ع ـــ رسید مژدہ کہ ایامِ نو بہار آمد۔

چند ہفتوں کی بات ہے کہ انصار اللہ کا سالانہ اجتماع ربوہ کی مقدس سرزمین میں پھر انعقاد پذیر ہو کر تمہارے دامن ہائے مراد کو پُر کر دینے والا ہے۔ تمہیں اس کے طفیل مسلسل تین دن اور تین رات ایسی بابرکت مجالس میں شمولیت کا انمول موقع میسر آئے گا کہ جن مجالس کو اللہ تعالیٰ کے فرشتے حلقہ میں لے کر خیر و برکت سے بھر دیتے ہیں، جن پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ابرِ بہار کی طرح چھا جاتی ہے، آسمان سے سکینت نازل ہو ہو کر جن میں شریک ہونے والوں کو بشاشت و طمانیت سے مالا مال کر دیتی ہے، اور جن کا ذکر ملائے اعلیٰ میں خود خدا تعالیٰ اظہارِ خوشنودی کے طور پر اپنے فرشتوں سے کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ :-

لَا يَقْعُدُ قَوْمٌ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنْ عِنْدَهٗ۔

(صحیح مسلم)

یعنی جب کسی قوم کے افراد باہم مل کر ذکرِ الٰہی کی نیت سے بیٹھتے ہیں تو فرشتے آسمان سے نازل ہو کر ان کے گرداگرد آ جاتے ہیں، اللہ کی رحمت ان پر چھا جاتی ہے اور سکینت ان پر نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ خوش ہو کر ان کا ذکر اپنے فرشتوں سے کرتا ہے۔

اگر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سچ ہے اور یقیناً سچ ہے (کیونکہ یہ اُس مقدس ترین اور بزرگ ترین وجود کی زبانِ فیض ترجمان سے نکلے ہوئے الفاظ ہیں جو "گفتہ او گفتۂ اللہ بود" کا مصداق ہے اور جس کے حق میں خود خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ) تو یقیناً ہمارا سالانہ اجتماع جو امسال ۱۳ - ۱۴ - ۱۵/ نومبر کو ربوہ کی مقدس سرزمین میں منعقد ہو رہا ہے اجتماعی ذکرِ الٰہی کی ایسی ہی بابرکت مجالس میں سے ایک ہے - کیوں نہ ایسا ہو جبکہ اس میں دن اور رات اِس کثرت سے ذکرِ الٰہی کا وِرد ہوتا ہے اور درد و سوز میں ڈوبی ہوئی دعائیں دلوں کی گہرائیوں سے نکل کر اِس کثرت سے آسمان کی طرف بلند ہوتی ہیں کہ دل سکینت و اطمینان سے معمور ہو کر فرطِ انبساط سے جھوم اُٹھتے ہیں اور بلاشبہ یوں محسوس ہونے لگتا ہے کہ ہم ایک نئے آسمان کے نیچے نئی زمین پر زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اجتماع کی یہی وہ آسمانی برکات ہیں کہ گزشتہ سال جن سے مالامال ہو کر ایک دوست نے اپنے قلبی جذبات و تاثرات کا اِن الفاظ میں اظہار کیا:۔

"امسال بھی ہمارا سالانہ اجتماع اللہ تعالیٰ کے فضل سے روحانی فیوض سے مالامال کرنے کا موجب بنا - اس میں تطہیرِ قلوب کے بہترین لمحات میسر آئے - اس عاجز کی طبیعت اجتماع کے تین دنوں میں ایک عجیب قسم کا سکون اور راحت محسوس کرتی رہی ہے - جس طرح جلسۂ سالانہ کا شدید انتظار رہتا ہے اسی طرح اب انصار اللہ کے اجتماع کے لئے بھی کافی عرصہ پہلے سے دل بے قرار رہتا ہے کہ کب یہ بابرکت ایّام آئیں اور اجتماع میں شمولیت کی سعادت حاصل کروں - مَیں اِس سعادت کے حصول سے اپنے آپ کو محروم رکھ ہی نہیں سکتا - جن احباب کو شمولیت کی ہنوز سعادت حاصل نہیں ہوئی وہ اگلے سال اجتماع میں تشریف لاکر خود مشاہدہ کر لیں - اللہ تعالےٰ ہم سب کو اس میں شمولیت کی غیر معمولی توفیق سے نوازے ۔"

(ماہنامہ "انصار اللہ" دسمبر ۱۹۶۳ء)

اور ایک اور دوست نے تو یہاں تک لکھا:۔

"کئی برس گزرے مجھے پہلی بار اجتماع میں شامل ہونے کا موقع ملا تھا - اس کا یہ اثر ہوا کہ اب اجتماع میں ہر سال شامل ہونا فرض خیال کرتا ہوں - چنانچہ کبھی غفلت نہیں کی حتّٰی کہ عدمِ شمولیت موت کے مترادف نظر آتی ہے۔" (ایضاً)

اے نصرتِ دین کا دعویٰ کرنے اور اِس بنا پر انصار اللہ کہلانے والو! روحانی نعماء اور سکینتِ قلب کی دولت سے مالامال کر دینے والا مقدس و بابرکت اجتماع جس میں عدم شمولیت لذّت آشنا دلوں کے لئے موت کے مترادف ہے اب پھر منعقد ہو رہا ہے۔ اِس کے مبارک ایّام میں دن اور رات جاری رہنے والے ذکرِ الٰہی کا انمول موقع ایک دفعہ پھر تمہارے لئے عام ہونے والا ہے۔ آؤ اور دیوانہ وار آؤ اور اپنی روحانی حیات کا ثبوت دو، ایسا تابندہ و درخشندہ ثبوت جو ایک دُنیا کی آنکھیں خیرہ کر دے۔ یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ تم دیوانہ وار اور بے اختیار کھنچے چلے آنے کے تمام سابقہ ریکارڈ مات کر دکھاؤ۔

وہ خوش نصیب انصار جو ایک دفعہ اس میں شامل ہونے کے بعد سال بسال اس میں شمولیت کی سعادت سے بہرہ مند ہوتے چلے آ رہے ہیں وہ تو آئیں گے ہی، بصد شوق آئیں گے اور جوق در جوق آئیں گے۔ اُن کے دُنیوی اشغال اجتماعی ذکرِ الٰہی کے اِس انمول موقع سے فیضیاب ہونے کی راہ میں روک نہیں بن سکتے۔ اُن کی عدمِ شمولیت یا اُن کی طرف سے کسی قسم کی غفلت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اِس وقت خاص طور پر ہمارے مخاطب وہ انصار ہیں جو گزشتہ دس سال میں ایک دفعہ بھی اجتماع کی سعادت سے بہرہ مند نہیں ہوئے، وہ جُوئے شیریں کے کنارے بیٹھ کر بھی ابھی تک تشنہ ہی ہیں۔ اُن کے کام و دہن ہنوز اس کے شیریں و خوشگوار پانی کی حلاوت اور کیف آور تراوت سے شاد کام نہیں ہیں۔ ہم ایسے ہی تشنہ لبوں اور جان بُوجھ کر محروم رہنے والے بھائیوں کو ایک نئی بہار کی آمد کا مژدہ سُناتے ہوئے یاد دلاتے ہیں کہ ؎

ملّتِ احمدؐ کی مالک نے جو ڈالی تھی بِنا
آج پوری ہو رہی ہے اے عزیزانِ دیار
گلشنِ احمد بنا ہے مسکنِ بادِ صبا
جس کی تحریکوں سے سُنتا ہے بشر گفتارِ یار

آؤ اور یہاں آ کر اپنی محرومی کو دُور کرو۔ گلشنِ احمد کی طرف کھنچے چلے آؤ، وہی گلشنِ احمد جو بادِ صبا کا مسکن ہے اور جس کی تحریکوں سے ہم گفتارِ یار سُننے کی غیر معمولی سعادت سے بہرہ ور ہو سکتے ہیں۔ یاد رکھو اور اسے کبھی نہ بھولو کہ انصار اللہ کا اجتماع بھی اسی گلشنِ احمد کے خوشنما یا غنچوں میں سے ایک یا غنچہ ہے۔ بہر طور اس یا غنچہ تک

پہنچنے کے عزم میں کاروبارِ تجارت اور دیگر دنیوی اشغال کو سدِّ راہ نہ بننے دو۔ ہر سال شمولیت سے بہرہ ور ہونے والے بھائیوں کی تقلید میں تم بھی آؤ اور اپنی طویل محرومی کی تلافی کرو اور ایسی تلافی کرو کہ پھر کبھی محروموں میں شامل ہونے والے قرار نہ پاسکو۔

یقین جانو انصار اللہ کے سالانہ اجتماع کی شکل میں ایک نئی بہار خوشی کے نغمے الاپتی ہوئی چلی آرہی ہے۔ آؤ اور اُسے خوش آمدید کہو اور اس کی حیات بخش تاثیرات سے بہرہ ور ہوکر ایک نئی حیات سے اپنے آپ کو بہرہ ور کرو۔ خوش نصیب ہیں وہ بھائی جو اس نئی بہار سے لطف اندوز ہونے کے لئے گلشنِ احمد کے اس باغیچہ کی طرف کھنچے چلے آتے ہیں اور اس کے خوش رنگ پھولوں کی مشامِ جانفزا سے اپنے دل و دماغ کو معطر کرکے روحانی کیف وسرور سے سرشار ہونے کی غیر معمولی سعادت سے حصہ پاتے ہیں۔ ہم اپنے ان خوش نصیب بھائیوں سے کہتے ہیں کہ تم خود ہی جوق درجوق نہ آؤ بلکہ اپنے اُن بھائیوں کو بھی جوق درجوق اپنے ہمراہ لاؤ جو ابھی تک اس اجتماع کی عظیم الشان برکات سے محروم ہیں۔ جہاں تمہاری تحریک اور ترغیب وتحریص کے نتیجہ میں ایسے نئے آنے والے بھائیوں کی تشریف آوری تمہارے لئے بے حساب اجر وثواب اور ان کے لئے بے انداز خیر وبرکت کا موجب ہوگی وہاں ہمارے لئے بے انتہا خوشی پر منتج ہوئے بغیر نہ رہیگی۔ انہیں بھی اجتماعی ذکرِ الٰہی کی عظیم الشان برکات سے شاد کام دیکھ کر بلاشبہ ہم خوشی سے پھولے نہ سمائیں گے اور ہماری خوشی کا ٹھکانا نہ رہے گا۔

بالآخر ہم اپنے بے حد کرم کرنے والے اور بار بار رحم کرنے والے خدائے ذوالمنن سے التجا کرتے ہیں کہ اے غفّار وستّار اور ہمارے پروردگار تُو ہمارے اُن ہزاروں بھائیوں کو جو ہر سال اپنے مرکز میں آکر اجتماع کی عظیم الشان برکات اور اَن گنت روحانی نعمتوں سے مالامال ہوتے ہیں توفیق عطا فرما کہ وہ خود بھی تشریف لائیں اور زیادہ سے زیادہ تعداد میں اُن بھائیوں کو بھی اپنے ہمراہ لائیں جو ابھی تک اس میں شمولیت سے محروم ہیں۔ جہاں تُو ہمارے اوّل الذکر بھائیوں کو تحریک کرنے اور ترغیب دلانے کی توفیق عطا فرما وہاں ہمارے مؤخر الذکر بھائیوں کے دلوں پر اپنے فرشتے نازل کر جو اپنی نیک تاثیرات سے اس مائدۂ آسمانی کی طرف اُن کے قلوب کو اس شان سے پھیریں کہ ان کو بن آئے نہ بنے۔ وہ اتنی کثیر تعداد میں آئیں کہ نئے آنیوالے

بھائیوں کی تعداد سے متعلق ہمارے وسیع سے وسیع اندازے اور ہماری بڑی سے بڑی توقعات بھی ناکافی ثابت ہوئے بغیر نہ رہیں۔ تُو ہی مقلب القلوب ہے اور تیرے ہی فضل کے بغیر کسی کو نیکی کی توفیق نہیں مل سکتی۔ تُو ہی اُن پر اپنا فضل نازل فرما اور اس فضل کے نتیجہ میں انہیں اجتماع میں شمولیت اور اس کی عظیم الشان برکتوں سے مستفیض ہونے کی توفیق سے نواز۔ اے خدا تُو ایسا ہی کر، تا اجتماع پر باہر سے آنے والوں اور اس سے فیضیاب ہونے والوں کے تمام سابقہ ریکارڈ مات ہو جائیں۔ انت الرحیم والرحمٰن انت الموفّق والمستعان ✦

زندوں کی صُحبت تلاش کرو اور ان کے پاس آکر بیٹھو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"اللہ تعالیٰ نے .... کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کا حکم دے کر زندوں کی صحبت میں رہنے کا حکم دیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم اپنے دوستوں کو بار بار یہاں آنے اور رہنے کی تاکید کرتے ہیں۔ اور ہم جو کسی دوست کو یہاں رہنے کے واسطے کہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ محض اس کی حالت پر رحم کر کے ہمدردی اور خیرخواہی سے کہتے ہیں۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ ایمان درست نہیں ہوتا جب تک انسان صاحبِ ایمان کی صحبت میں نہ رہے .....

پس تم کو چاہیئے کہ تم زندوں کی صحبت تلاش کرو اور بار بار ان کے پاس آکر بیٹھو۔ ہاں ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک دو مرتبہ میں تاثیر نہیں ہوتی سُنّت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ ترقی تدریجاً ہوتی ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں تدریجی ترقی ہوئی۔ جو سلسلہ منہاجِ نبوت پر قائم ہوگا اُس میں بھی تدریجی ترقی کا قانون کام کرتا ہوگا۔ پس چاہیئے کہ صحابہؓ کی طرح اپنے کام کاج چھوڑ کر یہاں آکر بار بار اور عرصہ تک صحبت میں رہو تاکہ تم دیکھو جو صحابہؓ نے دیکھا اور وہ پاؤ جو ابوبکرؓ اور عمرؓ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے پایا۔"

(الحکم ۲۴؍ جولائی سنہ ۱۹۰۲ء)

(کلمات طیبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر نہایت تضرّع کے ساتھ خُدا کے حضور اپنی مشکلات کو پیش کرو

دُعا کو اِس حد تک پہنچاؤ کہ ایک موت کی سی صُورت واقع ہو جائے

جو شخص دُعا سے لاپرواہی کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اُس کی پرواہ نہیں کرتا

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ایک زبردست معجزہ ہے کہ آپؑ نے دعا کی اہمیت کو پُورے طور پر واضح کر کے مادیت اور دہریت کے اِس دَور میں دُعا پر زندہ یقین اور زندہ ایمان پیدا کر دکھایا۔ آپؑ نے قبولیتِ دُعا کے ہزارہا نشانات دکھا کر دلوں کی گہرائیوں میں یہ بات اتار دی کہ دعا زبردست طاقت ہے، جو اِس طاقت سے فائدہ نہیں اُٹھاتا وہ محرومِ ازلی ہے اور ایک وقت ایسا بھی آ سکتا ہے کہ وہ خدا کا منکر ہو کر سرے سے دہریہ بن جائے۔ ذیل میں حضور علیہ السلام کے وہ پُر معارف ملفوظات ہدیۂ قارئین کئے جاتے ہیں جن میں حضورؑ نے دُعا کی اہمیت کو بڑے ہی دلنشین انداز میں واضح فرما کر اِس امر پر روشنی ڈالی ہے کہ دعا کیا ہے اور یہ کہ دُعا کس طرح کرنی چاہیئے کہ وہ قبولیت کے درجہ تک جا پہنچے۔ حضورؑ فرماتے ہیں :-

"بہت سے لوگ دُعا کو ایک معمولی چیز سمجھتے ہیں۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ دُعا یہی نہیں کہ معمولی طور پر نماز پڑھ کر ہاتھ اُٹھا کر بیٹھ گئے اور جو کچھ آیا مُنہ سے کہہ دیا۔ اِس دعا سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا، کیونکہ یہ دُعا نری ایک منتر کی طرح ہوتی ہے، نہ اس میں دل شریک ہوتا ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کی قدرتوں اور طاقتوں پر کوئی ایمان ہوتا ہے۔ یاد رکھو دعا ایک موت ہے اور جیسے موت کے وقت اضطراب اور بیقراری ہوتی ہے اسی طرح پر دعا کے لئے بھی ویسا ہی اضطراب اور جوش ہونا ضروری ہے۔ اِس لئے دعا کے واسطے پورا پورا اضطراب اور گداز ش جب تک نہ ہو تو بات نہیں بنتی۔ پس چاہیئے کہ راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر نہایت تضرّع اور زاری و ابتہال کے ساتھ خدا تعالیٰ کے حضور اپنی مشکلات کو پیش

کرے اور اس دعا کو اس حد تک پہنچا وے کہ ایک موت کی سی صورت واقع ہو جاوے۔ اُس وقت دُعا قبولیت کے درجہ تک پہنچتی ہے۔

یہ بھی یاد رکھو کہ سب سے اوّل اور ضروری دُعا یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو گناہوں سے پاک صاف کرنے کی دعا کرے۔ ساری دعاؤں کا اصل اور (حقیقی) جز وہی دعا ہے کیونکہ جب یہ دعا قبول ہو جاوے اور انسان ہر قسم کی گندگیوں اور آلودگیوں سے پاک صاف ہو کر خدا تعالیٰ کی نظر میں مطہر ہو جاوے تو پھر دوسری دعائیں جو اس کی حاجاتِ ضروریہ کے متعلق ہوتی ہیں وہ اس کو مانگنی بھی نہیں پڑتیں وہ خود بخود قبول ہوتی چلی جاتی ہیں۔ بڑی مشقت اور محنت طلب یہی دعا ہے کہ وہ گناہوں سے پاک ہو جاوے اور خدا تعالیٰ کی نظر میں متقی اور راستباز ٹھہرایا جاوے۔ یعنی اوّل اوّل جو حجاب انسان کے دل پر ہوتے ہیں اُن کا دُور ہونا ضروری ہے۔ جب وہ دُور ہو گئے تو دوسرے حجابوں کو دُور کرنے کے واسطے اسقدر محنت اور مشقت کرنی نہیں پڑے گی کیونکہ خدا تعالیٰ کا فضل اس کے شامل حال ہو کر ہزاروں خرابیاں خود بخود دُور ہونے لگتی ہیں۔ اور جب اندر پاکیزگی اور طہارت پیدا ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے سچا تعلق پیدا ہو جاتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ خود بخود اس کا متکفل اور متولی ہوتا ہے اور اس سے پہلے کہ وہ اللہ تعالےٰ سے اپنی کسی حاجت کو مانگے اللہ تعالیٰ خود اس کو پورا کر دیتا ہے۔ یہ ایک باریک سرّ ہے جو اُس وقت کھلتا ہے جب انسان اس مقام پر پہنچتا ہے۔ اس سے پہلے اس کی سمجھ میں آنا بھی مشکل ہوتا ہے لیکن یہ عظیم الشان مجاہدہ کا کام ہے کیونکہ دعا بھی ایک مجاہدہ کو چاہتی ہے۔ جو شخص دعا سے لاپرواہی کرتا ہے اور اس سے دُور رہتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اُس کی پرواہ نہیں کرتا اور اُس سے دُور ہو جاتا ہے۔ جلدی اور شتاب کاری یہاں کام نہیں دیتی۔ خدا تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے جو چاہے عطا کرے اور جب چاہے عنایت فرمائے۔ سائل کا کام نہیں ہے کہ وہ فی الفور عطا نہ کئے جانے پر شکایت کرے اور بدظنی کرے بلکہ استقلال اور صبر سے مانگتا چلا جاوے

دنیا میں بھی دیکھو کہ جو فقیر اَڑ کر مانگتے ہیں خواہ ان کو کتنی ہی جھڑکیاں دو اور جتنا چاہو گھُر کو مگر وہ مانگتے چلے جاتے ہیں اور اپنے مقام سے نہیں ہٹتے۔ یہاں تک کہ کچھ نہ کچھ لے ہی مرتے ہیں اور بخیل سے بخیل آدمی بھی ان کو کچھ نہ کچھ دینے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اِسی طرح پر انسان جب اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑاتا ہے اور بار بار مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ تو کریم رحیم ہے وہ کیوں نہ دے، دیتا ہے اور ضرور دیتا ہے مگر مانگنے والا بھی ہو۔ انسان اپنی شتاب کاری اور جلد بازی کی وجہ سے محروم ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ بالکل سچا ہے ادعونی استجب لکم پس تم اس سے مانگو اور پھر مانگو اور پھر

مانگو۔ جو مانگتے ہیں اُن کو دیا جاتا ہے۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ دعا ہو نری بک بک نہ ہو اور زبان کی لاف زنی اور چرب زبانی ہی نہ ہو۔ ایسے لوگ جنہوں نے دعا کے لئے استقامت اور استقلال سے کام نہیں لیا اور آداب دعا کو ملحوظ نہیں رکھا جب ان کو کچھ ہاتھ نہ آیا تو آخر وہ دعا اور اُس کے اثر سے منکر ہو گئے اور پھر رفتہ رفتہ خدا تعالیٰ سے بھی منکر ہو بیٹھے کہ اگر خدا ہوتا تو ہماری دُعا کیوں نہ سُنتا۔ ان احمقوں کو اتنا معلوم نہیں کہ خدا تو ہے مگر تمہاری دعائیں بھی دعائیں ہوتیں۔ پنجابی زبان میں ایک ضرب المثل ہے جو دعا کے مضمون کو خوب ادا کرتی ہے اور وہ یہ ہے۔

جو منگے سو مر رہے مرے سو منگن جا

یعنی جو مانگنا چاہتا ہے اس کو ضروری ہے کہ ایک موت اپنے اُوپر وارد کرے اور مانگنے کا حق اسی کا ہے جو اوّل اس موت کو حاصل کر لے۔ حقیقت میں اسی موت کے نیچے دعا کی حقیقت ہے اصل بات یہ ہے کہ دعا کے اندر قبولیت کا اثر اُس وقت پیدا ہوتا ہے جب وہ انتہائی درجہ کے اضطرار تک پہنچ جاتی ہے جب انتہائی درجہ اضطرار کا پیدا ہو جاتا ہے اُس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسکی قبولیت کے آثار اور سامان بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ پہلے سامان آسمان پر کئے جاتے ہیں، اس کے بعد وہ زمین پر اثر دکھاتے ہیں۔

یہ چھوٹی سی بات نہیں بلکہ ایک عظیم الشان حقیقت ہے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ جس کو خدائی کا جلوہ دیکھنا ہو اُسے چاہیئے کہ دعا کرے۔ اِن آنکھوں سے وہ نظر نہیں آتا بلکہ دعا کی آنکھوں سے نظر آتا ہے۔ کیونکہ اگر دعا کے قبول کرنے والے کا پتہ نہ لگے تو جیسے لکڑی کو گھُن لگ کر وہ نکمی ہو جاتی ہے ویسے ہی انسان پکار پکار کر تھک کر آخر دہریہ ہو جاتا ہے۔ ایسی دعا چاہیئے کہ اس کے ذریعہ ثابت ہو جاوے کہ اُس کی ہستی برحق ہے۔ جب اس کو یہ پتہ لگ جاوے گا تو اُس وقت وہ اصل میں صاف ہو گا۔ یہ بات اگرچہ بہت مشکل نظر آتی ہے لیکن اصل میں مشکل بھی نہیں ہے بشرطیکہ تدابیر اور دعا دونوں سے کام لیوے جیسے اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کے معنوں میں بتلایا گیا ہے۔ نماز پوری پڑھو، صدقہ اور خیرات دو، تو پوری نیت سے دو کہ خدا راضی ہو جاوے اور توفیق طلب کرتے رہو کہ ریاکاری عجب وغیرہ زہریلے اثر جس سے ثواب اور اجر باطل ہوتا ہے دُور ہو جاویں اور دل اخلاص سے بھر جاوے۔ خدا پر بدظنی نہ کرو وہ تمہارے لئے ان کاموں کو آسان کر سکتا ہے۔ وہ رحیم کریم ہے۔ با کریماں کارہا دشوار نیست۔ اگر پیچھے لگے رہو گے تو اُسے رحم آہی جائے گا۔

بہت لوگ ہیں کہ سیدھی نیت سے طلب نہیں کرتے، تھوڑا طلب کر کے تھک جاتے ہیں۔ دیکھو

اگر ایک زمین میں چالیس ہاتھ کھودنے سے پانی نکلتا ہے تو تین چار ہاتھ کھود کر جو شکایت کرے کہ پانی نہیں نکلا اسے تم کیا کہو گے؟ اس قسم کے بدقسمت انسان ہوتے ہیں کہ دو چار دن دعا کر کے کہتے ہیں کہ ہمیں پتہ کیوں نہ لگا۔ اور اس طرح ایک دنیا گمراہ ہو گئی ہے۔ وظیفے اور مجاہدے کرتے رہے مگر جس حد تک کھودنے سے پانی نکلتا تھا اُس حد تک نہ کھودا یعنی نہ پہنچے تو خدا کی ذات سے منکر ہو گئے اور آخر کار خلقت کا رجوع اپنی طرف دیکھ کر ٹھگ بن گئے۔ اس کا باعث یہ ہوا کہ خدا تعالیٰ کی طرف جس رفتار سے چلنا چاہیئے تھا اُس رفتار سے نہ چلے اور اُس کے عطا کردہ دوسرے قویٰ اور اعضاء سے کام نہ لیا اور طوطے کی طرح وظیفوں پر زور لگاتے رہے اور آخر کار لعنتی ہو گئے۔

گر نیا شد بدوست راہ بُردن ٭ شرطِ عشق است در طلب مُردن

اس کے یہ معنے ہیں کہ اس کی راہ پر چلا جاوے یہاں تک کہ مرجاوے۔ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ کے یہی معنے ہیں۔ وہ موت جب آتی ہے تو ساتھ ہی یقین بھی آجاتا ہے۔ موت اور یقین ایک ہی بات ہے۔

غرضکہ اس کمزوری اور کسل نے لوگوں کو خدا یابی سے محروم کر دیا ہے کہ پورا حق تلاش کا ادا نہ کیا۔ راستہ میں پھل کا مل گیا اسی پر راضی ہو گئے اور دکاندار بن گئے۔

اطاعت، عبادت، خدمت میں اگر صبر سے کام لو تو خدا کبھی ضائع نہ کرے گا۔ اسلام میں ہزاروں ہوئے ہیں کہ لوگوں نے صرف ان کے نور سے اُن کو شناخت کیا ہے۔ اُن کو مکاروں کی طرح بھگوے کپڑے یا لمبے چوغے اور خاص خاص ممیّز کرنے والے لباس کی ضرورت نہیں ہے اور نہ خدا کے راستبازوں نے ایسی وردیاں پہنی ہیں۔ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی خاص ایسا لباس نہ تھا جس سے آپ لوگوں میں ممیّز ہو سکتے۔ بلکہ ایک دفعہ ایک شخص نے ابوبکرؓ کو پیغمبر جان کر اُن سے مصافحہ کیا اور تعظیم و تکریم کرنے لگا۔ آخر ابوبکرؓ اُٹھ کر پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو پنکھا جھلنے لگ گئے اور اپنے قول سے نہیں بلکہ فعل سے بتلا دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہیں میں تو خادم ہوں۔ جب انسان خدا کی بندگی کرتا ہے تو اُسے رنگدار کپڑے پہننے، ایک خاص وضع بنانے اور مالا وغیرہ لٹکا کر چلنے کی کیا ضرورت ہے۔ ایسے لوگ دُنیا کے کتّے ہوتے ہیں۔ خدا کے طالبوں کو اتنی ہوش کہاں کہ وہ خاص اہتمام پوشاک اور وردی کا کریں۔ وہ تو خلقت کی نظروں سے پوشیدہ رہنا چاہتے ہیں۔ بعض بعض کو خدا تعالیٰ اپنی مصلحت سے باہر کھینچ لاتا ہے کہ اپنی الوہیت کا ثبوت دیوے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہرگز خواہش نہ تھی کہ لوگ آپؐ کو پیغمبر کہیں اور آپؐ کی اطاعت کریں اور اسی لئے ایک غار میں جو قبر سے زیادہ تنگ تھی جا کر آپؐ عبادت

کیا کرتے تھے اور آپؐ کا ہرگز ارادہ نہ تھا کہ اس سے باہر آویں۔ آخر خدا نے اپنی مصلحت سے آپؐ کو خود باہر نکالا اور آپؐ کے ذریعہ سے دنیا پر اپنے نور کو ظاہر کیا۔ انبیاء تلامیذ الرحمٰن ہوتے ہیں، ان کا کوئی مرشد وغیرہ نہیں ہوتا۔ وہ دنیا سے بالکل فانی ہوتے ہیں، وہ ہرگز اپنا اظہار نہیں چاہتے مگر خدا ان کو زبردستی باہر لاتا ہے۔ انسان کیا وہ تو فرشتوں سے بھی اخفاء چاہتے ہیں۔ انکی فطرت ہی اس قسم کی بنی ہوئی ہوتی ہے۔ وہ خدا کے نزدیک زندہ ہوتے ہیں لیکن جن کو دنیا کا خیال ہوتا ہے اور چاہتے ہیں کہ لوگ ان کو اچھا جانیں وہ خدا کے نزدیک مُردار ہوتے ہیں اور ہزاروں قسم کے تصنعات سے ان کو کام لینا پڑتا ہے۔ وہ شیطان ہوتے ہیں اُن سے دُور رہنا چاہیئے۔ وہ لوگ جن کو دیکھ کر خدا یاد آتا ہے وہ اَور ہیں نہ کہ یہ۔

پس یاد رکھو کہ زبان سے خدا کبھی راضی نہیں ہوتا اور بغیر ایک موت کے کوئی اس کے نزدیک زندہ نہیں ہوتا۔ جس قدر اہل اللہ ہوتے ہیں سب ایک موت قبول کرتے ہیں اور جب خدا ان کو قبول کرتا ہے تو زمین پر بھی ان کی قبولیت ہوتی ہے۔ پہلے خدا تعالیٰ خاص فرشتوں کو اطلاع دے دیتا ہے کہ فلاں بندے سے مَیں محبت کرتا ہوں اور وہ سب اس سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں حتّٰی کہ اس کی محبت زمین کے پاک دلوں میں ڈالی جاتی ہے اور وہ اسے قبول کرتے ہیں۔ جب تک کوئی اُن لوگوں میں سے نہیں بنتا تب تک وہ پیتل اور تانبا ہے اور اِس قابل نہیں کہ اس کی قدر کی جائے۔"

(ملفوظات جلد ششم صہ ۴۰۶-۴۱۲)

دُعائے کامل کے لوازمات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"دعائے کامل کے لوازمات یہ ہیں کہ اس میں رقّت ہو، اضطراب اور گدازش ہو۔ جو دعا عاجزی، اضطراب، اور شکستہ دلی سے بھری ہوئی ہو وہ خدا تعالیٰ کے فضل کو کھینچ لاتی ہے اور قبول ہو کر اصل مقصد تک پہنچاتی ہے۔"

(ملفوظات جلد ششم صہ ۹۲)

عربی منظوم کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

عَلَيَّ لِرَبِّيْ نِعْمَةٌ بَعْدَ نِعْمَةٍ

(مجھ پر میرے خدا کی نعمت پر نعمت ہے)

أَيَا لَاعِنِيْ مَا كُنْتَ بِدْعًا مِّنَ الْهَوٰى ... لِكُلٍّ مِّنَ الْعُلَمَاءِ رَأْيٌ وَّمَذْهَبٌ

اے مجھ پر لعنت کرنے والے تُو اپنی ہوا و ہوس میں نیا نہیں۔ ہر ایک عالم اپنی رائے اور اپنا اپنا مذہب رکھتا ہے۔

عَلَيَّ لِرَبِّيْ نِعْمَةٌ بَعْدَ نِعْمَةٍ ... فَلَا زِلْتُ فِيْ نَعْمَائِهٖ أَتَقَلَّبُ

مجھ کو میرا خدا ایک نعمت کے بعد دوسری نعمت سے نوازتا ہے اسی لئے میں اس کی نعمتوں سے مسلسل بہرہ اندوز ہو رہا ہوں۔

وَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ شَمْسٌ مُّنِيْرَةٌ ... وَبَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ بَدْرٌ وَّكَوْكَبُ

یقیناً رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) چمکنے والے سورج ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چاند اور ستارے ہیں۔

جَرَتْ عَادَةُ اللّٰهِ الَّذِيْ هُوَ رَبُّنَا ... يُرِيْ وَجْهَ نُوْرٍ بَعْدَ نُوْرٍ يَّذْهَبُ

اللہ تعالیٰ جو ہمارا رب ہے اُس کی عادت اسی طرح جاری ہے کہ وہ ایک نور کے بعد دوسرے نور کے چہرہ کو ظاہر کرتا ہے۔

كَذٰلِكَ فِي الدُّنْيَا نَرٰى قَانُوْنَهٗ ... نُجُوْمُ السَّمَا تَبْدُوْ إِذَا الشَّمْسُ تَغْرُبُ

اسی طرح دنیا میں ہم اس کے قانون کو جاری و ساری پاتے ہیں جب سورج غروب ہو جاتا ہے تو آسمان کے تارے ظاہر ہوتے ہیں۔

خَفِ اللّٰهَ يَا مَنْ بَارَزَ اللّٰهَ مِنْ هَوًى ... وَإِنَّ الْفَتٰى عِنْدَ التَّجَاسُرِ يَرْهَبُ

اے وہ جو کہ اپنی ہوس سے اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کرتا ہے اُس سے ڈر یقیناً جوانمرد بھی اپنے سے بڑھ کر دلیر کی دلیری سے خوفزدہ ہو جاتا ہے

وَلَا تَطْلُبَنْ رَيْحَانَ دُنْيَاكَ خِسَّةً ... وَشَوْكُ الْفَيَافِيْ مِنْهُ أَشْهٰى وَأَطْيَبُ

اپنی کمینگی سے دنیا کی خوشبو مت طلب کر۔ جنگلوں کے کانٹے اس سے بہت بہتر اور بہت عمدہ ہیں۔

(کرامات الصادقین)

فارسی منظوم کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

من ہمانم، من ہمانم، من ہماں

(میں وہی ہوں، میں وہی ہوں، میں وہی ہوں)

ہمچنیں عشقم بروئے مصطفےٰ ؐ

ایسا ہی عشق مجھے مصطفےٰ ؐ کی ذات سے ہے

دل پرد چوں مرغ سوئے مصطفےٰ ؐ

میرا دل ایک پرندہ کی طرح مصطفےٰ ؐ کی طرف اُڑ کر جاتا ہے

تا مرا دادند از حُسنش خبر

جب سے مجھے اُس کے حُسن کی خبر دی گئی ہے۔

شُد دلم از عشقِ او زیر و زبر

میرا دل اس کے عشق میں بے قرار رہتا ہے

منکہ مے بینم رُخِ آں دِلبرے

میں وہ ہوں جو اُس دلبر کا چہرہ دیکھ رہا ہوں

جاں فشانم گر دہد دل دیگرے

اگر کوئی اُسے دل دے تو میں اسکے مقابلہ پر جاں نثار کردوں

ساقیٔ من ہست آں جاں پرورے

وہی روح پرور شخص تو میرا ساقی ہے۔

ہر زماں مستم کند از ساغرے

جو ہمیشہ جامِ شراب سے مجھے سرشار رکھتا ہے۔

محو روئے او شد است ایں رُوئے من

یہ میرا چہرہ اس کے چہرہ میں محو اور گُم ہو گیا ہے

بُوئے او آید ز بام و کُوئے من

اور میرے مکان اور کوچہ سے اُسی کی خوشبو آرہی ہے

بسکہ من در عشقِ او ہستم نہاں

از بسکہ میں اس کے عشق میں فنا شدہ ہوں۔

من ہمانم۔ من ہمانم۔ من ہماں

میں وہی ہوں۔ میں وہی ہوں۔ میں وہی ہوں

جانِ من از جانِ او یابد غذا

میری رُوح اُس کی روح سے غذا حاصل کرتی ہے

از گریبانم عیاں شد آں ذکا!

اور میرے گریباں سے وہی سورج نکل آیا ہے۔

احمدؐ اندر جانِ احمد شد پدید

اسم من گردید اسمِ آں وحید

احمد کی جان کے اندر احمدؐ ظاہر ہو گیا اس لئے میرا وہی نام ہو گیا جو اس لاثانی انسان کا نام ہے۔

(سراج منیر)

دُعاؤں کی قبولیت کے لئے ایک ضروری شرط

"مضطر ہو کر خدا سے مانگو تو وہ ضرور تمہیں دے گا"

(سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

مَیں نے احباب کو متواتر دعاؤں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اور اب جو بعض دوستوں کی طرف سے رقعے اور خطوط ملتے ہیں اُن سے پتہ چلتا ہے کہ جماعت کے ایک حصہ میں موجودہ زمانہ کے فتن کے لئے دُعا کی تحریک پائی جاتی ہے۔ مگر ایک حصہ کی دعا کافی نہیں۔ ضرورت ہے کہ مَردوں اور عورتوں اور بچوں سب کی ذہنیت کو دعا کے لئے بدلا جائے۔ اور یہ ذہنیت اس رنگ میں بدلی جاتی ہے کہ سب سے پہلے دعا پر یقین اور ایمان پیدا ہو۔ جو شخص بغیر یقین کے دُعا مانگتا ہے اس کی دعا خدا تعالیٰ کے حضور میں مقبول نہیں ہُوا کرتی۔ ہو سکتا ہے کہ کبھی ایسے شخص کی دعا قبول ہو جائے، صرف نمونہ کے طور پر اور اس کے دل میں یقین پیدا کرنے کے لئے۔ لیکن قانون کے طور پر اُسی شخص کی دعا قبول ہوتی ہے جس کے دل میں یقین ہوتا ہے کہ خدا میری سُنے گا۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ کہ مضطر کی دعا کون سُنتا ہے؟ پھر فرماتا ہے اللہ ہی سُنتا ہے۔ مضطر کے معنے عربی زبان میں یہ ہوتے ہیں کہ کسی کو چاروں طرف سے دھکے دے کر کسی طرف لے جائیں۔ جو چاروں طرف سے رستہ بند پا کر کسی ایک طرف کو جاتا ہے اس کو مضطر کہتے ہیں۔ یعنی وہ ہر طرف آگ دیکھتا ہے، اپنے دائیں دیکھتا ہے تو اُسے آگ نظر آتی ہے، اپنے بائیں دیکھتا ہے تو اُسے آگ نظر آتی ہے، اپنے پیچھے دیکھتا ہے تو اُسے آگ نظر آتی ہے، اپنے نیچے دیکھتا ہے تو اُسے آگ نظر آتی ہے، اپنے اُوپر دیکھتا ہے تو اُسے آگ نظر آتی ہے، صرف ایک جہت اس کے سامنے خدا تعالیٰ والی باقی رہ جاتی ہے اور اُسی پر اُس کی نظر پڑتی ہے۔ اور سب جگہ اُسے آگ ہی آگ دکھائی دیتی ہے مگر صرف ایک طرف سے اُسے امن نظر آتا ہے۔ اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ مضطر کے معنوں میں یقین پایا جانا ضروری ہے۔ مضطر کے صرف یہی معنے نہیں ہیں کہ اس کے دل میں گھبراہٹ ہو کیونکہ گھبراہٹ میں بعض دفعہ ایک شخص بے تحاشا کسی طرف چل پڑتا ہے بغیر اس یقین کے کہ جس طرف وہ جا رہا ہے وہاں اُسے امن بھی حاصل ہو گا یا نہیں۔ بلکہ بعض لوگ گھبراہٹ میں ایسی طرف چلے جاتے ہیں جہاں

خود خطرہ موجود ہوتا ہے اور وہ اس سے نہیں بچ سکتے۔ پس محض اضطراب کا دل میں پیدا ہونا اضطرار پر دلالت نہیں کرتا، اضطرار پر وہ حالت دلالت کیا کرتی ہے جب چاروں طرف کوئی پناہ کی جگہ انسان کو نظر نہ آتی ہو اور ایک طرف نظر آتی ہو۔ گویا اضطرار کی نہ صرف یہ علامت ہے کہ چاروں طرف آگ نظر آتی ہو بلکہ یہ بھی علامت ہے کہ ایک طرف امن نظر آتا ہو اور انسان کہہ سکتا ہو کہ وہاں آگ نہیں ہے۔ تو وہی دعا خدا تعالےٰ کے حضور قبول کی جاتی ہے جس کے کرتے وقت بندہ اس رنگ میں اُس کے سامنے حاضر ہوتا ہے۔ اسے یقین ہوتا ہے کہ سوائے خدا کے میرے لئے اَور کوئی پناہ کی جگہ نہیں۔

یہی وہ مضطر کی حالت ہے جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن الفاظ میں ادا فرمایا ہے کہ لا ملجأ ولا منجأ منك الّا الیك۔ اے خدا لاملجأ ولا منجأ منك تیرے عذاب اور تیری طرف سے آنے والے ابتلاؤں سے کوئی پناہ کی جگہ نہیں، کوئی نجات کی جگہ نہیں، سوائے اس کے کہ میں سب طرف سے مایوس ہو کر اور آنکھیں بند کر کے تیری طرف آجاؤں۔ تو لا ملجأ ولا منجأ والی جو حالت ہے یہی اضطرار کی کیفیت ہے۔ اور جب خدا نے قرآن میں کہا کہ افمن یجیب المضطرّ اذا دعاہُ بتاؤ مضطر کی کون سُنتا ہے تو مضطر کے معنے یہی ہوئے کہ ایسے شخص کی دعا جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو ملجأ و ماویٰ نہیں سمجھتا اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو اپنا ملجأ و ماویٰ قرار نہیں دیتا۔ اور اس آیت میں کہ افمن یجیب المضطرّ اذا دعاہ درحقیقت اِسی کیفیتِ اضطرار کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

اضطرار دنیا میں کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ اِسی لئے یہاں المضطر کا لفظ رکھا گیا ہے جس کے معنے تمام قسم کے مضطر کے ہیں۔ بعض بندے دنیا میں ایسے ہوتے ہیں جو مضطر ہوتے ہیں۔ اور گو حقیقتاً اللہ ہی ہر مضطر کا علاج ہے مگر اس کے دیئے ہوئے انعام کے ماتحت کوئی بندہ بھی ان کے اضطرار کو بدلنے کی طاقت رکھتا ہے۔ چنانچہ بعض دفعہ ایک آدمی سخت غریب ہوتا ہے، اس کے کپڑے پھٹ جاتے ہیں، اور اُسے نظر نہیں آتا کہ وہ نئے کپڑے کہاں سے بنوائے۔ ایک امیر آدمی جو بعض دفعہ ہندو ہوتا ہے، بعض دفعہ سکھ ہوتا ہے، بعض دفعہ پارسی ہوتا ہے، بعض دفعہ جینی یا بُت پرست ہوتا ہے اُسے دیکھتا ہے اور کہتا ہے تمہارے کپڑے پھٹ گئے ہیں آؤ میں تمہیں نیا جوڑا بنوا دوں۔ اب گو ہمارے یقین کے مطابق خدا نے اُس امیر آدمی کے دل میں یہ تحریک پیدا کی ہوگی کہ وہ اسے کپڑے بنوا دے۔ مگر جو کامل الایمان نہیں ہوتا وہ سمجھتا ہے کہ میرے اضطرار کی حالت میں فلاں آدمی کام آیا ہے۔ مگر وہی آدمی جس نے اُسے کپڑوں کا جوڑا بنا کر دیا تھا جب یہ ایسی بیماری میں مبتلا ہوتا ہے کہ اس کے لئے کھانا اور پینا حرام ہو جاتا ہے، پانی تک اسے ہضم نہیں ہوتا، تمام جسم کی صحت کی حالت خراب ہو جاتی ہے اور چل پھر بھی نہیں سکتا تو ایسی حالت میں وہ امیر آدمی اس کی مدد نہیں کر سکتا بلکہ اگر کوئی طبیب اچھا لائق

اور رحم دل ہوتا ہے اور وہ اُسے اِس حالت میں دیکھتا ہے تو کہتا ہے تمہیں علاج پر روپیہ خرچ کرنے کی توفیق نہیں مَیں تمہیں مفت دوائی دینے کے لئے تیار ہوں، تم میرے پاس رہو اور اپنے مرض کا علاج کراؤ۔ اب اِس اضطرار کی حالت میں امیر اس کے کام نہیں آیا بلکہ طبیب اس کے کام آیا۔ جب وہ کپڑوں کے لئے مضطر تھا تو امیر آدمی اُس کے کام آیا مگر جب وہ علاج کے لئے مضطر ہوا تو ایک طبیب اس کے کام آگیا۔ پھر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اُس پر کوئی مقدمہ بن جاتا ہے، وہ بے گناہ ہوتا ہے، اس کا دشمن زبردست ہوتا ہے اور وہ کسی وجہ سے ناراض ہو کر اُسے کسی مقدمہ میں ماخوذ کرا کے عدالت تک پہنچاتا ہے۔ اب اُسے نہ وکیل کرنے کی توفیق ہے نہ خود اسے مقدمہ لڑنے کی قابلیت ہے اور وہ حیران ہوتا ہے کہ کیا کرے۔ آخر کوئی رحم دل وکیل اُسے مل جاتا ہے اور وہ کہتا ہے مَیں بغیر فیس کے تمہاری وکالت کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اب ایسے موقع پر نہ امیر اُس کے کام آسکا نہ طبیب اس کی مشکل کو دُور کر سکا صرف وکیل اُس کے کام آیا۔
—— اسی طرح ایک اَور وقت میں یہ مضطر ہوتا ہے، بوجھ اُٹھائے جا رہا ہوتا ہے کہ تھک کر چُور ہو جاتا ہے اور بوجھ اس سے گر جاتا ہے۔ اُس میں اتنی ہمت نہیں ہوتی کہ وہ اس بوجھ کو پھر اُٹھا سکے۔ اب ایسے وقت میں نہ امیر اُس کے کام آسکتا ہے، نہ طبیب اس کے کام آسکتا ہے، نہ وکیل اس کے کام آسکتا ہے البتہ کوئی مضبوط زمیندار چلتے ہوئے اُسے دیکھتا ہے اور پوچھتا ہے تُو یہاں کیوں بیٹھا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ بوجھ مجھ سے اٹھایا نہیں جاتا۔ چنانچہ وہ زمیندار اس کا بوجھ اُٹھا لیتا ہے۔ اب یہ مضطر تو تھا مگر اِس حالت میں نہ امیر اُس کے کام آسکا نہ طبیب اس کے کام آسکا، نہ وکیل اس کے کام آسکا بلکہ اس کا ایک زمیندار بھائی اس کے کام آگیا۔ تو ایک ہی انسان کے مختلف اضطراروں میں مختلف لوگ اس کے کام آسکتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَمَّن یُجیبُ المُضطرَّ اِذا دعاہ مطلق مضطر جس کے لئے کوئی شرط نہیں کہ وہ کس قسم کا مضطر ہو، خواہ وہ بھوکا ہو، ننگا ہو، پیاسا ہو، بیمار ہو، بوجھ اٹھائے لئے جا رہا ہو، کسی قسم کا اضطرار ہو اس کی ساری ضرورتوں کو پورا کرنے والی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص کے پھٹے پُرانے کپڑے ہوں تو کوئی امیر اُس کے کام آجائے مگر طبیب اس کے کام نہیں آسکتا۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی بیمار ہو تو طبیب اُس کے کام آجائے مگر وکیل اس کے کام نہیں آسکتا۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی بے گناہ کسی مقدمہ میں مبتلا ہو تو وکیل اُس کے کام آجائے مگر بوجھ اُٹھانے کے وقت وکیل اُس کے کام نہیں آسکتا۔ ہو سکتا ہے کہ بوجھ اُٹھانے کے وقت ایک زمیندار اُس کے کام آجائے لیکن امیر، طبیب اور وکیل اُس کے کام نہیں آسکتا۔ مگر اللہ تعالیٰ یہ سارے کام کر سکتا ہے۔ باقی انسان جس قدر ہیں وہ کسی کسی ضرورت میں کام آسکتے ہیں۔ کوئی ایک قسم کے مضطر کے کام آسکتا ہے اور کوئی دوسری قسم کے مضطر

کے کام آسکتا ہے مگر ہر قسم کے مضطرین کی ضرورتیں پورا کرنے والی خدا ہی کی ذات ہوتی ہے۔ اور انسان کے اضطرار کی ہزاروں حالتیں ہوتی ہیں بھلا ان حالتوں میں کوئی بندہ کسی کے کب کام آسکتا ہے۔ ان حالتوں میں تو کوئی بادشاہ بھی کسی کے کام نہیں آسکتا۔ فرض کرو ایک شخص سخت بیمار ہے۔ اب بادشاہ کا خزانہ اس کے کام نہیں آسکتا، بادشاہ کی فوجیں اس کے کام نہیں آسکتیں، بادشاہ کا قرب اس کے کام نہیں آسکتا۔ اس کے کام تو خدا تعالیٰ ہی آسکتا ہے۔ جو ہر قسم کی بیماریوں کو دُور کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ یا ایک جنگل میں گزرنے والا شخص جس پر بھیڑیا یا شیر اچانک جھپٹ کر حملہ کر دیتا ہے وہ چاہے بادشاہ کا کتنا ہی مُنہ چڑھا ہو، یا بادشاہ کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو بادشاہ اُس کے کیا کام آسکتا ہے۔ یا طبیب جو اس کا علاج کرتا تھا وہ اس کے کیا کام آسکتا ہے۔ یا امیر جو نئے کپڑے سِلا دیتا تھا وہ اس کے کیا کام آسکتا ہے۔ یا وکیل جس نے رحم کر کے اس کا مقدمہ لے لیا تھا اس کے کس کام آسکتا ہے۔ جنگل میں وہ تن تنہا جا رہا ہوتا ہے کہ شیر، چیتا یا بھیڑیا اس کے سامنے آجاتا ہے ایسی حالت میں وہاں اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے جو کام آتی ہے کوئی انسان کام نہیں آسکتا۔ تو جب تک انسان کے اندر یہ یقین پیدا نہ ہو کہ ہر قسم کے اضطرار کی حالت میں اللہ تعالیٰ ہی کام آتا ہے اُس وقت تک وہ مضطر نہیں کہلا سکتا....

.... اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی سب کچھ آتا ہے انسانی طاقت کچھ نہیں کر سکتی۔ اِس لئے یاد رکھو دعائیں جب تک مضطر ہو کر نہ کی جائیں یعنی اس یقین کے ساتھ کہ دنیا کی ہر ضرورت کو پورا کرنے والی ہستی صرف اور صرف خدا کی ذات ہے اُس وقت تک قبول نہیں ہوتیں۔ بے شک دنیا میں ایسے لوگ موجود ہیں جو گو خدا کے دیئے ہوئے میں سے دیتے ہیں مگر بہرحال وہ انسان کو کپڑا ہی دے سکتے ہیں۔ بے شک دنیا میں ایسے لوگ موجود ہیں جو خدا کے دیئے ہوئے میں سے دیتے ہیں مگر بہرحال وہ دوسرے کو مکان ہی دے سکتے ہیں۔ بے شک دنیا میں ایسے لوگ موجود ہیں جو گو خدا کے دیئے ہوئے علم سے دوسروں کو فائدہ پہنچاتے ہیں مگر بہرحال وہ بیماروں کا علاج ہی کر سکتے ہیں۔ بے شک دنیا میں ایسے لوگ موجود ہیں جو گو خدا کے دیئے ہوئے علم سے دوسروں کی حفاظت کے لئے مقدمہ مفت لڑ سکتے ہیں مگر بہرحال وہ مقدمہ ہی بغیر فیس کے لینے کے لڑ سکتے ہیں۔ مگر کوئی انسان دنیا کا ایسا نظر نہیں آسکتا جس کے ہاتھ میں یہ ساری چیزیں ہوں۔ کوئی انسان ایسا نہیں جس کے ہاتھ میں دلوں کی تبدیلی ہو۔ یہ صرف خدا کی ہی ذات ہے جس کے قبضہ و تصرّف میں تمام چیزیں ہیں اور جو دلوں اور نہاں در نہاں جذبات کو بھی بدلنے کی طاقت رکھتا ہے۔ پس جب تک مضطر ہو کر دُعا نہ کی جائے اور جب تک چاروں طرف سے مایوس ہو کر اور خدا پر کامل ایمان رکھ کر دُعا نہ کی جائے اُس وقت تک دُعا قبول نہیں ہوتی۔ لیکن جب اِس رنگ

میں دعا کی جائے تو وہ خدا کے عرش پر ضرور پہنچتی اور قبول ہو کر رہتی ہے۔

پس دعائیں کرو اور اس شرط کو جو دعاؤں کی قبولیت کے لئے خدا تعالیٰ نے ضروری قرار دی ہے مدّنظر رکھو۔ وقت نازک ہے اور ایک ایک دن قیمتی ہے۔" +

(الفضل ۱۸ اپریل ۱۹۴۲ء)

فضل ہمیشہ خدا کی طرف سے آتا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"فضل ہمیشہ خدا کی طرف سے آتا ہے۔ ہزار تدبیر کرو ہرگز کام نہ آوے گی جبتک آنسو نہ بہیں۔ سانپ کی زہر کی طرح انسان میں زہر ہے اُس کا تریاق دعا ہے جس کے ذریعہ سے آسمان سے چشمہ جاری ہوتا ہے۔ جو دعا سے غافل ہے وہ مارا گیا۔ ایک دن اور رات جس کی دعا سے خالی ہے وہ شیطان سے قریب ہُوا۔ ہر روز دیکھنا چاہیئے کہ جو حق دعاؤں کا تھا وہ ادا کیا ہے کہ نہیں۔ نماز کی ظاہری صورت پر اکتفا کرنا نادانی ہے۔ اکثر لوگ رسمی نماز ادا کرتے ہیں اور بہت جلدی کرتے ہیں جیسے ایک ناواجب ٹیکس لگا ہُوا ہے جلدی گلے سے اُتر جاوے۔ بعض لوگ نماز تو جلدی پڑھ لیتے ہیں لیکن اس کے بعد دُعا اس قدر لمبی مانگتے ہیں کہ نماز کے وقت سے دُگنا تگنا وقت لے لیتے ہیں۔ حالانکہ نماز تو خود دُعا ہے۔ جس کو یہ نصیب نہیں ہے کہ نماز میں دعا کرے اس کی نماز ہی نہیں۔ چاہیئے کہ اپنی نماز کو دُعا سے مثل کھانے اور سرد پانی کے لذیذ اور مزیدار کرلو، ایسا نہ ہو کہ اس پر ویل ہو۔"

(ملفوظات جلد ششم ص۲۷)

انصار اللہ کی ذمہ داریاں

(مکرم پروفیسر شیخ محبوب عالم صاحب خالد ایم۔ اے قائد عمومی مجلس مرکزیہ)

اللہ تعالیٰ کا ہم پر بے حد احسان ہے کہ ہم نے محض اُس کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء کی مہتم بالشان پیشگوئی کو پوری عظمت و شوکت کے ساتھ اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے دیکھا اور وہ عہدِ سعادت مہد پایا جس میں آپ کی ذریّتِ طیبہ میں سے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد ایسا جلیل القدر انسان پیدا ہوا جو کئی باتوں میں آپ سے مشابہ ہے، جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے عین مطابق آسمان سے اُترا اور اس نے زمین والوں کی رہنمائی کی، جو اسیروں کی رستگاری کا موجب بنا، جو فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الحق و العلا کأنّ اللہ نزل من السماء مردِ خدا، مسیحی صفت، ہدایت میں کمال پانے والا آپ کا جانشین اور یادگار ثابت ہوا۔ اس مقدس وجود نے اسلام کو دنیا کے کناروں تک پہنچایا، اِس طرح کہ دنیا کے کونے کونے سے اللہ اکبر کی صدا بلند ہونے لگی اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بُرا بھلا کہنے والے آپ پر کثرت سے درود بھیجنے لگے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اِن پیشگوئیوں کے مطابق کہ "نور آتا ہے نور" اور "کروں گا دُور اُس مَہ سے اندھیرا" وہ نور دنیا میں آیا اور گمراہی اور ضلالت کی تاریکیاں کافور ہو گئیں، ظلمت و ادبار کی گھٹائیں چھٹ گئیں اور دیکھنے والوں نے یوں محسوس کیا کہ گویا وہ کبھی تھیں ہی نہیں۔

ہم نے عمر بھر یہ دیکھا اور مشاہدہ کیا کہ اولوالعزم خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز مصیبتوں اور بلاؤں سے کبھی نہ گھبرائے، مشکلات سے کبھی نہ سہمے، اندرونی اور بیرونی فتنوں سے کبھی سراسیمہ نہ ہوئے اور داخلی اور خارجی ریشہ دوانیوں سے کبھی مرعوب نہ ہوئے۔ آپ ہمیشہ ایک مضبوط چٹان کی طرح کھڑے رہے اور جو اس پر گرا وہ چکنا چُور ہو گیا۔ خلافتِ ثانیہ کے ابتدائی دَور میں پیغامیوں کا فتنہ کوئی کم خطرہ کا حامل نہ تھا۔ ان کے ساتھ اُس وقت جماعت کی اکثریت تھی، وہ اربابِ حل و عقد تھے، ان کی سابقہ خدمات تھیں، انہیں جماعت میں اثر و رسوخ اور ہر دلعزیزی حاصل تھی۔ مگر اِن سب باتوں کے باوجود ان کے قدم اسلام کے اس بطلِ جلیل کے سامنے جم نہ سکے اور اُنہیں جلد ہی پسپا ہونا پڑا، اِس طرح کہ ان کی اکثریت اقلیت میں تبدیل ہو گئی اور وہ مرکزِ سلسلہ سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو گئے۔ یہ خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت ہی تھی جس نے اس موعود خلیفۃ المسیح

المصلح الموعود کی جوانی کی عمر میں ناتجربہ کاری کی حالت میں، بے بسی کے عالم میں غیب سے مدد کی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام اِنِّیْ مَعَکَ وَمَعَ اَھْلِکَ کی صداقت کا ایک بار پھر ثبوت دیا۔

پیغامیوں کا فتنہ فرو ہوا تو مستریوں کے فتنے نے سر اُٹھایا اور خدا تعالیٰ کے فضل اور اس کی تائید سے وہ کچلا گیا تو احرار نے یورش کر دی۔ حکومتِ وقت نے بھی انہی کا ساتھ دیا مگر ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے حضور ایدہ اللہ کی پیشگوئی کے عین مطابق احرار کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی اور وہ بلند بانگ دعاوی سمیت یوں غائب ہوئے جیسے کبھی تھے ہی نہیں۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد مصری صاحب کا فتنہ پیدا ہوا جن کے ساتھ بزعمِ خویش ان کا زہد و اتقاء اور علمِ دین بھی تھا مگر ہم نے یہ دیکھا کہ وہ بھی اس مردِ آہنی کو اس کے موقف سے ہٹانے اور اس کے قدم متزلزل کرنے میں کامیاب نہ ہوئے۔

۱۹۵۳ء کے قیامت خیز ہنگامے ہوئے تو حضرت المصلح الموعود کی پیشگوئی کے عین مطابق مدد کے لئے خدا تعالیٰ دوڑتا ہوا آیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی اِنِّیْ مَعَ الْاَفْوَاجِ اٰتِیْکَ بَغْتَۃً ایک بار پھر پوری ہوئی، الحمد للہ۔

الغرض یہ ظلمتیں، یہ تاریکیاں اور کالی گھٹائیں ایک کے بعد ایک اُٹھیں مگر خدا کے اس نور کے سامنے ٹھہر نہ سکیں۔ مصیبت پہ مصیبت آئی، فتنہ کے بعد فتنہ پیدا ہوا، ابتلاء کے بعد ابتلاء آیا مگر یوں نظروں سے اوجھل ہوتا چلا گیا جیسے کبھی تھا ہی نہیں۔ اس مردِ خدا کی تائید میں ہم نے آسمان سے فرشتوں کو اُترتے دیکھا، نہیں نہیں بلکہ بارہا خدا تعالیٰ کو خود مدد کے لئے نازل ہوتے دیکھا۔ ہم نے آپ کی صداقت اور حقانیت کا نشان کے بعد نشان دیکھا جو ہمارے ایمان اور یقین کو مضبوط سے مضبوط تر کرتا چلا گیا۔ ہم نے خدا کے فضل سے اس بطلِ جلیل المصلح الموعود کو ہر آن زندہ خدا کے زندہ نشانوں سے پرکھا جن کی وجہ سے آپ کی صداقت پر یقین و ایمان اور آپ سے دلی وابستگی اور وارفتگی ہمیشہ بڑھتی چلی گئی۔

ہم نے یہ بھی دیکھا کہ یہ ابتلاء، یہ مصیبتیں، یہ گھٹائیں اور یہ ظلمتیں جو یکے بعد دیگرے آئیں وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہونے اور جماعت احمدیہ کو کمزور کرنے کی بجائے اسے مضبوط سے مضبوط تر کرتی گئیں بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ اپنے ساتھ بے شمار برکتیں لے کر آئیں۔ احرار کے فتنہ کے بعد تحریک جدید پیدا ہوئی جس سے آج چاردانگ عالم میں اللہ اکبر کی صدا بلند ہو رہی ہے اور ہر ملک اور ہر نسل کے لوگ اوہامِ باطلہ اور عقائدِ فاسدہ سے رستگاری حاصل کر کے کثرت کے ساتھ احمدیت میں داخل ہو رہے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے عین مطابق اسلام دنیا کے کناروں تک پہنچ چکا ہے۔ اور مصری صاحب کے فتنہ کے بعد جماعت میں خدام الاحمدیہ اور انصار اللہ کی مجالس قائم ہوئیں جو خدا کے فضل سے نوجوانوں اور بزرگوں میں بے حد

اخلاص، خود اعتمادی اور خدمتِ دین کا بے پناہ جوش پیدا کرنے کا موجب ہوئیں۔

یہ باتیں عرض کرنے سے خاکسار کی غرض احباب کو اس امر کی طرف متوجہ کرنا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی ذاتِ ستودہ صفات کی عظمت و شوکت، بلند روحانی مقام، فیوضِ روحانی اور حضور ایدہ اللہ کے بیان فرمودہ معارف و حقائق، حضور کی تائید و نصرت میں خدائی نشانات ہمیں اپنے اہل و عیال اور اولاد کے سامنے کثرت سے اور التزام کے ساتھ بار بار بیان کرتے رہنا چاہئیں تا اُن کے دل میں بھی حضرت المصلح الموعود ایدہ اللہ تعالےٰ کی صداقت و حقانیت، یقین اور ایمان، سلسلہ کے ساتھ اخلاص اور حضور کے ساتھ عقیدت و وارفتگی اور شدید عشق اور فدائیت کے جذبات نہ صرف تازہ رہیں بلکہ ہمیشہ ترقی کرتے چلے جائیں۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی علالت کی وجہ سے ایک عرصہ سے انہیں حضور کی زیارت نصیب نہیں ہوئی مگر حضور کی عظمت و شوکت، حضور کے کارنامے، حضور کے جماعت احمدیہ پر احسانات اور حضور کی صداقت کے زندہ نشانات کا ذکر نئی پود کے سامنے اس کثرت سے اور التزام کے ساتھ بار بار ہونا چاہیئے کہ حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی چلتی پھرتی تصویر، حضور کے کارناموں کی شکل میں حضور کی حقانیت و صداقت کے دلائل کی شکل میں اور خدا تعالیٰ کی تائیدِ غیبی کے نشانات کی شکل میں ہمیشہ ان کے سامنے رہے اور اس طرح حضور کا بلند روحانی مقام اُن کی نظروں سے کبھی اوجھل نہ ہونے پائے۔ اس بارہ میں کچھ زیادہ عرض کرنے کی ضرورت نہیں محض اتنا عرض کرنے پر اکتفا کرتا ہوں کہ اس پہلو اور اس فرض سے ہماری ذراسی غفلت بھی نئی پود کی تربیت پر اثر انداز ہو سکتی ہے۔ اس لئے خاکسار نے ان مختصر الفاظ میں احباب کو ایک عظیم ذمہ داری کی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی ہے۔

دوسری بات جو اس سلسلہ میں احباب کی خدمت میں خاکسار عرض کرنا چاہتا ہے وہ یہ ہے کہ جب سپہ سالار ایک عرصہ تک نظروں سے اوجھل رہے تو دشمن بعض اوقات بھیس بدل کر اندر گھس آتا ہے اور صفوں میں انتشار پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ الٰہی سلسلوں اور خدائی جماعتوں میں انتشار پیدا کرنے کے لئے وہ بعض اوقات اخلاص کا لبادہ اوڑھ کر آتا ہے تا وہ پہچانا نہ جاسکے، وہ سلسلہ کے کارکنوں اور عہدیداروں وغیرہ پر نکتہ چینی، عیب جوئی اور اعتراضات کے ذریعہ مومنوں کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کر کے ان کے اخلاص اور ایمان کو کمزور کرنے، اُن کی عقیدت کو گھٹانے اور اُن میں بددلی پیدا کرنے کی مذموم کوشش کرتا ہے۔ پس مومن کو ایسے حالات میں نہایت چوکس اور ہوشیار رہنا چاہیئے اور ہر وقت یہ دیکھتے رہنا چاہیئے کہ اس قسم کا کوئی فتنہ انگیز اُن کے گردوپیش تو موجود نہیں جو بظاہر تو بے حد عبادت گزار، مخلص اور جماعت کا خیر خواہ نظر آئے مگر اصل میں وہ اس قسم کی باتیں کر کے

جماعت کو اخلاص سے محروم کرنے اور اس کے شیرازہ کو منتشر کرنے کی کوشش کر رہا ہو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے ۱۹۵۵ء میں اس سلسلہ میں جماعت کے نام ایک پیغام میں فرمایا تھا:-

"احباب کو خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ جب کبھی ذمہ دار افسر ادھر اُدھر ہوتا ہے تو شریر لوگ فتنہ پیدا کرتے ہیں۔ ہماری جماعت بھی ایسے شریروں سے خالی نہیں۔ بعض لوگ اپنے لئے درجہ چاہتے ہیں۔ ایسا کوئی شخص بھی پیدا ہو یا کوئی بھی آواز اُٹھائے خواہ کسی گاؤں میں یا شہر میں یا علاقہ میں تو اُس کی بات کو کبھی برداشت نہ کریں۔ کبھی یہ نہ سمجھیں کہ یہ معمولی بات ہے۔ فساد کوئی بھی معمولی نہیں ہوتا۔ حدیثیں اس پر شاہد ہیں۔ جب کوئی شخص اختلافی آواز اُٹھائے فوراً لاحول اور استغفار پڑھیں اور آپ خواہ عمر میں سب سے چھوٹے ہوں اور درجہ میں سب سے چھوٹے ہوں اور خواہ آپ کے بزرگ اس فتنہ انداز کی بات کی تائید کر رہے ہوں فوراً مجلس میں کھڑے ہو جائیں اور لاحول پڑھ کر کہہ دیں کہ ہم نے احمدیت کو خدا کے لئے اختیار کیا تھا، ہمارا آسمانی باپ خدا ہے اور ہمارے روحانی باپ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جماعت میں فتنہ پھیلانے والی بات اگر ہمارے عزیز ترین وجود سے بھی ظاہر ہوئی تو ہم اس کا مقابلہ کریں گے۔"

(الفضل ۲۲ مارچ ۱۹۵۵ء)

اور چند دن کے بعد حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایک مضمون رقم فرمودہ ۳ اپریل ۱۹۵۵ء میں تاکیداً فرمایا:-

"اس موقع پر میں احباب کی خدمت میں یہ بات بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جیسا کہ تاریخ اور ہمارے آقا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوانح سے پتہ چلتا ہے ایسے موقعوں پر جبکہ امام کسی دُور دراز کے سفر پر ہو۔ بیرون از جماعت مخالفین اور اندرون جماعت منافقین امام کی غیر حاضری سے ناجائز فائدہ اُٹھا کر مختلف قسم کے اندرونی اور بیرونی فتنے برپا کرنے کی کوشش کیا کرتے ہیں جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر تبوک کے موقع پر ہوا۔ اس لئے احباب جماعت کو عموماً اور امراء جماعت اور صدر صاحبان کو خصوصاً اس امکانی خطرہ کی طرف سے بھی ہوشیار رہنا چاہیئے اور اپنے مخصوص اتحاد اور قربانی اور چوکسی اور احساس ذمہ داری اور بیدار مغزی سے ثابت کر دینا چاہیئے کہ کوئی اندرونی یا بیرونی خطرہ انہیں، خدا کے فضل سے غفلت کی حالت میں نہیں پاسکتا اور

نہ ان کے پائے ثبات میں کسی قسم کی لغزش پیدا کر سکتا ہے۔"
(مندرجہ الفضل ۵ اپریل ۱۹۵۵ء)

پس ہمیں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کے یہ ارشادات ہمیشہ سامنے رکھنے چاہئیں اور ان کی تعمیل میں جہاں کہیں کسی کو اس قسم کی باتیں کرتے دیکھیں فوراً اس سے بیزاری کا اظہار کرکے استغفار اور لاحول پڑھتے ہوئے وہاں سے اُٹھ جانا چاہیئے تا اُسے پتہ چل جائے کہ مخلصینِ جماعت اس قسم کی انتشار انگیز باتیں برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ یہ ارشادات ہمیں بار بار اپنے اہل و عیال اور اولاد کے بھی ذہن نشین کرتے رہنا چاہئیں تا وہ بھی ہمیشہ چوکس اور ہوشیار رہیں اور کوئی شخص ان کے ایمان کو کمزور کرنے کا باعث نہ بن سکے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس قسم کے فتنہ انگیزوں سے ہمیشہ بچائے رکھے۔ آمین۔

تیسری بات جو انصار اللہ کی ذمہ داریوں کے سلسلہ میں خاکسار عرض کرنا چاہتا ہے وہ یہ ہے کہ اسلام نے نظم و ضبط، ڈسپلن اور تنظیم پر بہت زور دیا ہے۔ نماز ہی کو لیں اس میں بہرحال امام کی اتباع ضروری قرار دی گئی ہے۔ امام کھڑا ہو تو کھڑے ہو جاؤ، امام رکوع میں جائے تو رکوع میں چلے جاؤ، امام اپنے مولا کے حضور سجدے میں گرے تو اس کے ساتھ ہی سجدے میں گر جاؤ اور امام سلام پھیر دے تو سلام پھیر دو یہاں تک کہ نماز کے کسی رکن کو امام سے پہلے ادا کرنا بھی جائز نہیں۔ امام سجدے سے سر اُٹھا لے تو سر اٹھاؤ۔ امام سجدہ سے اُٹھ کر پوری طرح کھڑا ہوئے تو کھڑے ہو۔ یہی نہیں بلکہ اگر امام غلطی کر جائے اور مقتدیوں کو ایک اور ایک دو کی طرح یقین ہو کہ امام نے غلطی کی ہے تو بھی اُن کا فرض یہی ہے کہ وہ بھی اس کے ساتھ ہی غلطی کر جائیں مگر نظم و ضبط کے خلاف کوئی حرکت نہ کریں۔ جب امام کوئی غلطی کر بیٹھے تو مقتدیوں کیلئے نیکی یہی ہے کہ وہ بھی اس کے ساتھ ہی غلطی کر جائیں۔ اسی میں خدا برکت دے گا، اسی میں خدا کی رضا ہو گی اور اس غلطی کے باوجود خدا تعالیٰ اُن سے خوش ہو کر انہیں نیکی کا اجر دے گا۔ اس کے بالمقابل امام کی خلاف ورزی خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب ہو گی۔ پس ہمیں جو ایک منظم جماعت کے افراد ہیں نماز سے سمعاً و طاعۃً کا ایک بہت بڑا سبق ملتا ہے کہ ایک اشارے پر اُٹھو اور ایک اشارے پر چلو ہمیں ہر آن ملحوظ رکھنا چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے ذکر میں جو کسی کی اطاعت کا جُوا اپنی گردن پر رکھنے کے لئے تیار نہیں ہوتے قرآن مجید میں فرماتا ہے:-

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ ○ مَا يَأْتِيهِمْ

مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ إِلَّا اسْتَمَعُوهُ وَهُمْ يَلْعَبُونَ ۝ لَاهِيَةً قُلُوبُهُمْ وَأَسَرُّوا النَّجْوَى الَّذِينَ ظَلَمُوا هَلْ هَٰذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ أَفَتَأْتُونَ السِّحْرَ وَأَنتُمْ تُبْصِرُونَ ۝ (الانبیاء ع۱)

"لوگوں سے حساب لینے کا وقت قریب پہنچ چکا ہے مگر وہ پھر بھی غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اور اعراض کرتے جا رہے ہیں۔ ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے کبھی کوئی نئی یاددہانی نہیں آتی مگر وہ اُسے سُنتے بھی جاتے ہیں اور اس سے ہنسی مذاق بھی کرتے جاتے ہیں۔ ان کے دل غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا چپکے چپکے مشورہ کرتے ہیں اور کہتے جاتے ہیں کہ دیکھتے نہیں یہ شخص تم جیسا ہی ایک بشر ہے پھر کیا تم ان کی فریبانہ باتوں میں آتے ہو حالانکہ تم خود سمجھتے ہو۔" (تفسیر صغیر صفحہ ۶۵۲-۶۵۳)

اس آیتِ شریفہ میں اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ سے آخری زمانہ یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دَور کی طرف بھی اشارہ معلوم ہوتا ہے جبکہ کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو بظاہر الٰہی سلسلہ میں داخل ہوں گے مگر دین کی باتوں میں کوئی دلچسپی نہ لیں گے۔ وہ کچھ آزاد طبع واقع ہوئے ہوں گے اور جب کبھی انہیں کسی نیک کام میں اطاعت اور نظام کے احترام کے لئے کہا جائے گا وہ اپنے ہمنواؤں اور ہم مشرب لوگوں میں خفیہ خفیہ وسوسہ اندازی اور پھر اُن سے مشورے کریں گے اور کہیں گے کہ جمہوریت کے اس دَور اور آزادیٔ رائے کے اِس زمانہ میں ہم اپنے جیسے ایک انسان کی اطاعت کا جُوا اپنی گردن پر کیسے رکھ لیں اور اس کی اندھا دھند تقلید کیسے کرتے چلے جائیں۔ یہ لوگ روحانی نظام میں پوری طرح منسلک ہو کر اپنی انفرادیت کو ختم کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں گے اور اِس سلسلہ میں وہ خدا تعالیٰ کے احکامات کو بھی نظر انداز کر جائیں گے۔ اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اُن کے متعلق ناپسندیدگی کا اظہار فرماتے ہوئے فرمایا ہے کہ ان کی سمجھ اور عقل کو کیا ہو گیا ہے اور وہ اِس بات کو کیوں بھول رہے ہیں کہ انہیں عنقریب خدا کے حضور میں حاضر ہو کر اپنے اعمال کا جواب دینا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ جماعت کو اِس قسم کے آزاد منش لوگوں کے شرّ سے ہمیشہ محفوظ رکھے جو جماعت کے اندر شامل ہو کر نکتہ چینی، عیب گیری، الزام تراشی اور نظامِ سلسلہ پر اعتراضات کر کے کمزور ایمان والوں کو سلسلہ سے بددل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ پس نیکی کے کام میں یہ کہنا کہ مَیں فلاں عہدیدار کی بات کیوں مانوں اسلامی طریق نہیں ہے۔ یہ امر مومنوں کی شان سے بعید ہے۔

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا جماعت پر بہت بڑا احسان ہے کہ

حضور ایدہ اللہ نے خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت اور اس کی راہنمائی کے تحت جماعت کو ہار کے موتیوں کی طرح ایک نظام میں منسلک کر دیا ہے۔ حضور کا قائم فرمودہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کا نظام ایک بہت بڑی نعمت ہے جس کی ہر قیمت پر حفاظت کی جانی ضروری ہے۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جماعت میں امراء اور صدروں کا قیام فرمایا ہے جو صدر انجمن احمدیہ کی زیر نگرانی و ہدایت کام کرتے ہیں۔ ان کی مدد کے لئے کئی ایک سیکرٹری ہوتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کی ہدایت کی تعمیل ہم سب کے لئے از بس ضروری ہے۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:۔

مَنْ اَطَاعَ اَمِيْرِىْ فَقَدْ اَطَاعَنِىْ وَمَنْ عَصٰى اَمِيْرِىْ فَقَدْ عَصَانِىْ

جس نے میرے مقرر کردہ امیر کی اطاعت کی اس نے گویا میری ہی اطاعت کی اور جس نے میرے مقرر کردہ امیر کی نافرمانی کی اس نے اس امیر کی نہیں بلکہ میری نافرمانی کی۔

یہی اصل ہے جس پر اسلامی نظام قائم ہے۔ پس جس نے امیر المومنین کے مقرر کردہ امیر اور صدر کی اطاعت کی اور اس کی ہدایات پر عمل کیا اس نے گویا امیر المومنین ہی کی اطاعت کی۔ اور جس نے امیر المومنین کے مقرر کردہ کسی امیر اور منظور کردہ کسی عہدیدار کی نافرمانی کی اس نے امیر المومنین کی نافرمانی کی۔

پس ہمیں نہ صرف خود اپنے ذہنوں میں یہ امر ہمیشہ مستحضر رکھنا چاہیئے اور نظام سلسلہ کی اطاعت کا اعلیٰ ترین نمونہ پیش کرنا چاہیئے بلکہ اپنے اہل و عیال اور اولاد پر بھی نظام سلسلہ کی اطاعت کی اہمیت واضح کرتے رہنا چاہیئے تا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے قائم فرمودہ نظام کی برکات سے جماعت ہمیشہ متمتع ہوتی رہے۔ روحانی سلسلوں کے نظام ہمیشہ اطاعت کے مقتضی ہوتے ہیں جس کے بغیر ان کا اتحاد و اتفاق اور ان کے کام میں یکجہتی برقرار نہیں رہ سکتی اور جماعتی اتحاد و اتفاق اور کام میں یکجہتی کی جتنی اسوقت ضرورت ہے اتنی پہلے کبھی نہ تھی کیونکہ اب جماعت بین الاقوامی حیثیت اختیار کر چکی ہے اور مختلف اقوام اسکے جھنڈے کے نیچے آ رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان گراں بہا نعمتوں کی قدر پہچاننے اور حضور کے جملہ ارشادات کی تعمیل کی توفیق عطا فرمائے تا جماعت حضور کے وجود باجود کی برکت سے ہمیشہ دن دونی رات چوگنی ترقی کرتی چلی جائے۔ آمین ✦

امن اور سچّی خوشحالی کے قیام کے اصل ذرائع

(قرآن مجید اور احادیثِ نبویؐ کی روشنی میں)

—— مکرّم پروفیسر بشارت الرحمٰن صاحب ایم۔اے ——

قیامِ امن سے مراد ایسی حالت ہے جو ہر قسم کی تباہی اور فساد سے مبرّا ہو۔ امن کے مقابل پر لفظِ فساد ہے۔ موجودہ زمانہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں ایک عالمگیر فساد کی حالت برپا ہے۔ انسان کے لئے ظاہری اور باطنی امن عنقا ہو چکا ہے۔ امن کو مختلف حصّوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً قلبی امن، خاندانی امن، مُلکی امن، تمدّنی امن، اقتصادی امن اور بین الاقوامی امن۔ موجودہ دنیا کی وہی حالت ہے جسے قرآن کریم میں اِس طرح بیان کیا گیا ہے۔ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ۔ الآیۃ۔ یعنی اُن اقوام اور ملل میں بھی فساد رونما ہو گیا ہے جو آسمانی پانی سے محروم ہیں اور اپنی خشک عقلوں پر بھروسہ کئے بیٹھی ہیں اور اُن اقوام میں بھی فساد رونما ہو گیا ہے جو آسمانی پانی کی حامل ہونے کی دعویدار ہیں چنانچہ اس وقت بھی، فساد رونما ہونا اور امن کا فقدان ہر لحاظ سے ہے۔ دل اطمینان سے خالی ہیں، معاشرتی اور خاندانی تعلقات میں سخت گڑبڑ ہے، ایک قوم کے مختلف عناصر ایک دوسرے کے درپئے آزار ہیں۔ اقتصادی لحاظ سے قوم کے مختلف عناصر کا باہمی تفاوت انتہائی صورت اختیار کر چکا ہے اور وہ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو رہے ہیں۔ قومیں قوموں کی دشمن ہیں، انسان انسان کو کیڑے کی طرح کھا جانا چاہتا ہے۔

اِس ماحول میں یکایک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک امن کا شہزادہ کھڑا کیا گیا جس نے یکایک دنیا کو اِن الفاظ میں مخاطب کیا ؎

دَوڑ کر میری طرف آؤ اِسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف مَیں عافیت کا ہوں حصار

اِس شہزادۂ امن یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنی نوعِ انسان کو یہی بتایا کہ ہر قسم کے فتنہ و فساد سے دنیا کی نجات اِسی امر میں مضمر ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی غلامی میں داخل ہو جائیں

آپؐ کی لائی ہوئی تعلیم پر عمل پیرا ہوں۔ یہی وہ طریق ہے جس سے فتنہ و فساد کے ہولناک اور مہیب بادل چھٹ سکتے ہیں اور دنیا امن اور راحت کا مُنہ دیکھ سکتی ہے۔ چنانچہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے مخاطب کر کے فرمایا:۔

كُلُّ بَرَكَةٍ مِنْ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم۔ فَتَبَارَكَ مَنْ عَلَّمَ وَ تَعَلَّمَ۔ وَالْخَيْرُ كُلُّهُ فِي الْقُرْآنِ۔

یعنی ہر قسم کی برکت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی حاصل کی جا سکتی ہے۔ پس بڑا ہی مبارک ہے یہ استاد جس نے دنیا کو امن اور عافیت کے حصول کا طریقہ سکھایا۔ اسی طرح سے بڑا ہی مبارک ہے یہ شاگرد یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جس نے اپنے استاد سے یہ طریقہ سیکھا (اور اُسے اکنافِ عالم تک پہنچانے کا بیڑا اٹھایا) اور ہر قسم کی خیر و برکت قرآن کریم میں موجود ہے۔ پس آؤ ہم قرآن کریم کا مطالعہ کر کے دیکھیں کہ اس میں قیامِ امن کے لئے کیا تعلیم دی گئی ہے۔

سب سے پہلے ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم میں امن کے فقدان اور فساد کے رُونما ہونے کی ایک بڑی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ بنی نوعِ انسان نے اپنے خالق اور مالک سے رُوگردانی اختیار کر لی ہے۔

نظامِ کائنات میں کیوں فساد پیدا نہیں ہوتا؟ اس کا جواب یہی ہے کہ اِس کائنات کے تمام اجزاء ایک آمر کے حکم کے تابع ہیں اور طوعاً یا کرہاً ذرہ بھر بھی اس کے حکم سے سرتابی نہیں کرتے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:۔

لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا۔

یعنی اگر زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اَور معبود یا آمر یا متصرف ہوتے تو ان دونوں میں فساد رُونما ہو جاتا۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنا حکم ماننے یا نہ ماننے کی آزادی تو اسلئے دی تھی کہ وہ اپنی مرضی سے ایمان کا راستہ اختیار کر کے اللہ تعالیٰ کے بے پایاں افضال، رحمتوں اور انعامات کا مورد بن جائے۔ کائنات کے دوسرے عناصر یا اجزاء خدا تعالیٰ کے متعلقہ احکامات کو جبری طور پر بجا لا رہے ہیں اور اس کی وجہ سے اگرچہ ان میں فساد رُونما نہیں ہوتا لیکن وہ انعامات کے مستحق بھی نہیں بنتے۔ لیکن افسوس کہ بنی نوعِ انسان نے خدا تعالیٰ کے دیئے ہوئے اختیار سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے لئے گمراہی اور نافرمانی کا راستہ تجویز کر لیا اور ہر قسم کے فتنہ و فساد سے دوچار ہو گئے۔ اب اس کا علاج یہی ہے کہ بنی نوعِ انسان اپنے خالق و مالک کے احکام پر عمل پیرا ہوں اور کم از کم اُس اخلاقی ضابطہ کو مضبوطی سے پکڑ لیں جو کہ اللہ تعالیٰ نے

تمام مذاہب میں مشترک طور پر نازل کیا ہے اور جس کی برتری اور فضیلت کا اقرار اُن لوگوں کو بھی ہے جو بظاہر کسی ضابطۂ آسمانی کے پیروکار نہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ سب لوگ مسلمان ہو جائیں بلکہ اگر وہ اپنے اپنے مذہب کے ضابطۂ اخلاق پر بھی عمل کریں تو بہت سارے فتنوں اور فسادات سے نجات حاصل کر سکتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے :-

وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○ (المائدہ آیت ۴۸)

یعنی اہلِ انجیل کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اس میں اُتارا ہے اس کے مطابق (اپنے طریق کار کا) فیصلہ کریں اور جو لوگ اُن (احکامات) کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے جن کو اللہ تعالیٰ نے اُتارا ہے وہی پکے باغی ہیں۔

یہ اخلاقی ضوابط قریباً قریباً سب مذاہب میں مشترک نہیں اور مذہب کے مخالفین بھی اُن کی برتری اور فوقیت کو تسلیم کرتے ہیں۔ ضرورت اِس امر کی ہے کہ انسان اِن اخلاقی ضوابط کو اپنے دل سے تسلیم کرلے اور اُن پر عمل پیرا ہو۔ یہ اخلاقی ضوابط جس طرح افراد کے لئے ہیں اُسی طرح اقوام کے لئے بھی ہیں۔ اگر اقوام اُن پر عمل نہیں کریں گی تو دنیا میں بین الاقوامی فساد اور بدامنی رُونما ہو جائے گی۔

اب بیشتر اِس کے کہ اِن اخلاقی ضوابط میں سے بعض کا تذکرہ کیا جائے اور دیکھا جائے کہ کس طرح یہ فردی، خاندانی، قومی، مُلکی اور بین الاقوامی امن کی ضمانت دیتے ہیں یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ اسلام نے اِس امر پر بڑا زور دیا ہے کہ اِن ضوابط کی دنیا میں اشاعت کرنا اور اپنے اپنے حلقۂ اثر میں اُن کو نافذ کرنا اور ایسے عناصر کا مقابلہ کرنا جو اِن ضوابط کے مٹانے کے درپے ہوں ازبس ضروری ہے۔ چنانچہ جہاں تک خاندانی اور قومی امن کا تعلق ہے قرآن کریم میں والدین کو تاکید کی گئی ہے کہ وہ اپنی اولاد کی اِس رنگ میں تربیت کریں کہ اِن اخلاقی ضوابط کی جڑیں معاشرہ میں مضبوطی سے قائم ہو جائیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے :-

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ (التحریم آیت ۷)

یعنی اے مومنو! اپنے اہل کو بھی اور اپنی جانوں کو بھی اِس دنیا کی اور آخرت کی دوزخ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔ اس دوزخ پر ایسے ملائکہ مقرر ہیں جو کسی کی منت سماجت سننے والے نہیں بلکہ اپنے فرض کے ادا کرنے میں بڑے

سخت ہیں ۔ انسانوں کی شامتِ اعمال کے طبعی نتیجہ کے طور پر اللہ تعالیٰ جو سزا اُن کو نافذ کرنے کا حکم دیتا ہے وہ اُس کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو کچھ اُنہیں کہا جاتا ہے اُسے کر گزرتے ہیں ۔

اس آیت میں والدین کو یہ بتایا گیا ہے کہ اگر اپنی محبّت اور شفقت کے ساتھ اپنی اولاد پر وہ موقع اور محل کی رعایت سے تھوڑی سی سختی بھی کریں تو وہ اپنی اولاد کو بڑی آسانی سے آنے والے فتن اور جہنّم سے بچا سکتے ہیں ۔ لیکن اگر وہ بے جا نرمی ہی کرتے چلے جائیں گے تو اُن کی اولادیں بگڑ جائیں گی اور ملائکہ غلاظ و شداد سے اُنہیں واسطہ پڑے گا ۔ جو اللہ تعالیٰ کی سزا کو نافذ کرنے میں بڑے سخت ہوں گے ۔

اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اَلْجَنَّۃُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّھَاتِ ۔ اس حدیث میں علاوہ ماں باپ کی عزت کی تاکید کرنے کے یہ مضمون بھی بیان کیا گیا ہے کہ اگر مائیں اپنی اولاد کو ہر قسم کے فتنہ و فساد سے پاک اور امن اور راحت والی جنّتی زندگی کا وارث کرنا چاہتی ہیں تو انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ جنّت اُن کے اپنے ہی قدموں کے نیچے مخفی ہے یعنی اُن کی اچھی تربیت سے ہی اُن کی اولاد کو جنّت مل سکتی ہے ۔

مزید برآں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا ہے :۔

اَلَا کُلُّکُمْ رَاعٍ وَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ ۔　　یعنی یاد رکھو کہ تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور اپنے حلقہ اثر کے متعلق اس سے سوال کیا جائے گا

کہ کیا اُس نے اِس اللہ تعالیٰ کے احکام کی اشاعت کی تھی یا کہ نہیں ۔

خاندانی سطح سے بالا قومی اور معاشرتی سطح کے لئے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی حکم جاری فرمایا ہے کہ دنیا میں فتنہ و فساد کے استیصال اور امن اور چین کے قیام کے لئے ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے احکام کے مطابق سوسائٹی میں عدل اور انصاف کو قائم کرے ۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :۔

اُنْصُرْ اَخَاکَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا　　یعنی اپنے بھائی کی مدد کر خواہ وہ ظالم ہو خواہ مظلوم ہو ۔

اور ظالم کی مدد کی تشریح آپؐ نے یہ بیان فرمائی کہ اُس کو ظلم سے روکا جائے اور اُس کو پابند کیا جائے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ اخلاقی ضوابط پر عمل پیرا ہو ۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :۔

مَنْ یَرٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ وَ اِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ وَ اِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ وَ ذَالِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ ۔

یعنی اگر تم میں سے کوئی شخص یہ دیکھے کہ کوئی فرد یا گروہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ ضوابط کو توڑ رہا ہے اور بدامنی اور فساد پھیلا رہا ہے تو اگر اللہ تعالیٰ نے اُسے صاحبِ اختیار بنایا ہے تو اپنے خدا داد اختیارات کو کام میں لاتے ہوئے وہ اُس کی اصلاح کر دے اور اگر ایسا نہیں کر سکتا تو اپنی زبان سے ہی غلط کار فرد یا گروہ کو نصیحت کر دے یا افسرانِ بالا کے پاس جا کر رپورٹ کر دے اور اگر اپنے اخلاقی جرأت کے فقدان کی وجہ سے کوئی شخص ایسا بھی نہیں کر سکتا تو کم از کم اتنا تو چاہیئے کہ اُس ناپسندیدہ امر کو دل میں ہی بُرا بنائے اور اُس سے نفرت کرے تا کم از کم اُس کا اپنا قلب اُس بیماری سے محفوظ رہے۔ اِسی طرح دردِ دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ وہ اپنے ملائکہ کے تصرّف سے اُس بدامنی اور فساد کی اصلاح کر دے۔ لیکن یہ تیسرا امر کمزور ایمان پر دال ہے اگرچہ بعض اوقات اِس مخفی قلبی دعا کے بھی عجیب اثرات ظاہر ہو جاتے ہیں۔

اِسی طرح بین الاقوامی سطح پر بھی قرآن کریم نے یہ اصول بیان فرمایا ہے کہ تمام اقوامِ عالم کے لئے ایک اخلاقی ضابطہ کی پابندی کرنا ضروری ہے اور جس طرح قوم اور مُلک کے اندر ضروری سمجھا جاتا ہے کہ معاشرے کی بنیادیں ہر قسم کے عدل اور انصاف پر استوار کی جائیں اُسی طرح بین الاقوامی امن کے لئے بھی ضروری ہے کہ اقوام کو طوعاً یا کرہاً اِن ضوابط کا پابند کیا جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ:-

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِىْ تَبْغِىْ حَتّٰى تَفِىْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ○ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ

یعنی اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو اُن دونوں میں صلح کرا دو۔ پھر اگر صلح ہو جانے کے بعد اُن میں سے ایک دوسرے پر چڑھائی کرے تو سب مل کر اُس چڑھائی کرنے والے کے خلاف جنگ کرو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔ پھر اگر وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے تو عدل کے ساتھ ان دونوں لڑنے والوں کے درمیان صلح کرا دو اور انصاف کے اصولوں کو مدّنظر رکھو۔ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ مومنوں کا باہمی رشتہ صرف بھائی بھائی کا ہے۔ پس تم اپنے

تُرْحَمُوْنَ ۝ دو بھائیوں کے درمیان جو آپس میں لڑتے ہوں
(الحجرات آیت ۹-۱۰) صلح کرا دیا کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو
تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

اِن آیاتِ کریمہ میں اگرچہ مومنوں کے دو گروہوں کا ذکر کیا گیا ہے مگر اصولی طور پر آیت ہماری قوموں کے لئے رہنمائی رکھتی ہے۔ اِس آیت میں کامیاب مجلسِ اقوام یا لیگ آف نیشنز کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنی کتاب "احمدیت یعنی حقیقی اسلام" میں اِس مضمون پر مفصل بحث کی ہے۔ گزشتہ لیگ آف نیشنز نے اِس آیت کے بیان کردہ اصولوں پر عمل نہ کر کے ناکامی کا مُنہ دیکھا، موجودہ مجلسِ اقوامِ متحدہ نے بھی اگر اِن اصولوں پر عمل نہ کیا تو وہ بھی اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔

اِس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ افراد کی طرح اقوام کے لئے بھی ازبس ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ اخلاقی اقدار کی طرف رجوع کریں ورنہ دنیا میں کبھی امن کا قیام نہیں ہو سکتا۔ مثلاً اگر افراد کا جھوٹ بولنا اور باہمی وعدہ خلافی کرنا معاشرے کے امن کو تباہ کرتا ہے تو اِسی طرح قوموں پر بھی یہی اصول چسپاں ہوگا۔ اگر وہ باہمی جنبہ داری سے کام لیں گی، عدل اور انصاف پر اپنی گروہ بندی کے تعلقات کو ترجیح دیں گی تو دنیا کا امن برباد ہو جائے گا۔

پھر اِس آیت میں یہ اصول بھی بیان کیا گیا ہے کہ اگر کوئی قوم سراسر ہٹ دھرمی اور ظلم سے کام لیتے ہوئے مسلّمہ اخلاقی ضوابط کو توڑے تو باقی اقوام کا فرض ہے کہ وہ اُس قوم کی طاقت اور سطوت کے خیال سے لاپرواہ ہو کر اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے عدل و انصاف اور عالمگیر امن کے قیام کی خاطر ظالم گروہ کے خلاف کھڑی ہو جائیں اور اُس سے جنگ کریں یہاں تک کہ وہ ظالم اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ ضوابط کی طرف لَوٹ آئیں۔

پھر اِس میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جنگ میں فتح کی صورت میں فاتح اقوام کو یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ جنگ محض عدل اور انصاف اور قیامِ امن کے لئے لڑی گئی تھی اور ان اصولوں کی فتح ہی اُن کا سب سے بڑا انعام ہے نہ یہ کہ وہ ایک قومِ مفتوح کی مغلوبیت سے فائدہ اٹھا کر اپنا اپنا اُلّو سیدھا کرنا شروع کر دیں اور ناجائز منافع اپنے لئے حاصل کریں۔ اگر وہ ایسا کریں گی تو دنیا میں ایک نئی جنگ کی بنیاد رکھ دی جائے گی۔ چنانچہ ۱۹۱۴ء کی جنگِ عظیم کے بعد ایسا ہی ہوا۔ جرمن قوم کو بُری طرح سے کچل دیا گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جرمنوں کے سینہ میں انتقام کی آگ سلگنے لگی اور کچھ عرصہ کے بعد جب اُنہیں موقع میسر

آیا انہوں نے دنیا کو ایک نئی جنگ کی آگ میں دھکیل دیا۔

اِن آیات میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اقوامِ عالم کا فرض ہے کہ وہ ایک دوسرے کو اپنا بھائی سمجھیں۔ اُن کے تمام بین الاقوامی کردار کا مقصد وحید یہ ہونا چاہیئے کہ اقوام باہم صلح اور آشتی سے رہیں نہ یہ کہ ایک دوسرے کو مٹانے یا مغلوب کرنے کے درپے ہوں۔ آخر میں یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ دنیا میں وہی اخلاقی ضوابط کامیاب ہو سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ مذاہب کی تعلیموں سے اخذ کئے جائیں۔ وہ جو انسانی ذہنوں کی پیداوار ہیں اُن میں ضرور جنبہ داری پائی جائے گی اور دنیا میں حقیقی طور پر امن کا قیام نہ ہو سکے گا۔ اگر غرباء کوئی ضابطہ بنائیں گے تو اس میں امراء کے ساتھ بے انصافی ہوگی اور اگر امراء کوئی لائحۂ عمل تجویز کریں گے تو غرباء کو دبانے کی کوشش کریں گے۔ اللہ تعالیٰ امیروں اور غریبوں دونوں کا خالق و مالک ہے۔ ایسا ضابطہ جو دونوں طبقات کے ساتھ انصاف کرے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی آ سکتا ہے۔ یہی راستہ ہی نوعِ انسان کے لئے امن اور چین کی منزلِ مقصود تک پہنچنے کے سلسلہ میں صراطِ مستقیم ثابت ہوگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ:۔

وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ۔ وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ۔ (النحل آیت ۱۰)

یعنی سیدھے راستہ کو بیان کرنا اللہ تعالیٰ کا ہی کام ہے اور دنیا میں نافذ شدہ بعض راستے بالکل ٹیڑھے اور امن اور چین کی منزل سے دُور لے جانیوالے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ جبراً اپنی مشیّت کو نافذ کرتا تو باقی کائنات کے عناصر کی طرح تمہیں بھی صراطِ مستقیم کا پابند کر دیتا لیکن اس جبری ہدایت کی وجہ سے تم قابلِ ستائش اور موردِ انعام نہ بن سکتے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے اور اسے ذہنی اور روحانی دنیوی اور اُخروی لامتناہی ترقیات کے لئے پیدا کیا ہے اسلئے اُسے اپنے ارادہ میں آزادی بخشی ہے اور انسان کا فرض ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے صراطِ مستقیم کی تلاش کرے۔ سورۂ فاتحہ میں ہمیں یہ دُعا سکھائی گئی ہے کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ یعنی اے خدا! تو ہمیں سیدھا راستہ دکھا! اس دعا کے جواب میں سورۂ بقرہ کے شروع میں ہی یہ فرمایا گیا کہ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ۔ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ۔ یعنی وہ صراطِ مستقیم جو تم نے مانگا تھا وہ یہی کتاب ہے جس میں کسی قسم کی ہلاکت، تباہی اور شک کا دخل نہیں اور جو فتنہ و فساد اور بدامنی سے پہلو بچانے کی خواہش

رکھنے والوں کے لئے ایک عظیم الشان ہدایت ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ دنیا میں قیامِ امن اب قرآن کریم کی تعلیم پر عمل پیرا ہونے سے ہی وابستہ ہے۔ یہ قرآن ہی ہے جو اِن شاء اللہ العزیز فتنہ اور فساد اور ظلم کے علمبردار عناصر کے لئے عصائے موسیٰ ثابت ہوگا اور مُردہ قوموں اور مُردہ رُوحوں کو اس کے ایک ایک لفظ سے نئی زندگی میسّر آئے گی ؎

پہلے سمجھے تھے کہ موسیٰ کا عصا ہے فرقاں
پھر جو سوچا تو ہر اِک لفظ مسیحا نکلا
یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اِک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا　　(مسیح موعود علیہ السلام)

اب ہم اُن اصولوں اور ضوابطِ اخلاق میں سے بعض کا ذکر کرتے ہیں جن کا خیال نہ رکھنے کی وجہ سے دنیا میں فتنہ و فساد اور بدامنی کے حالات پیدا ہوتے ہیں۔ سب سے پہلے تو یہ امر ہے کہ اسلام نے بڑے شدومد کے ساتھ انسان کے عالمگیر نظریۂ اخوت کو پیش کیا ہے۔ دنیا کے خالق و مالک خدا سے واحد پر ایمان لانے کا یہ ایک لازمی نتیجہ ہے کہ اُس کی سب مخلوق ایک رشتۂ اخوت میں پروئی جائے کیونکہ سب کا آسمانی باپ ایک ہی ہے جس نے اُن سب کو پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے: اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ..... وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ یعنی اللہ ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور اللہ ہی ہر چیز کو پیدا کر کے اُسے ترقی کی منازل طے کراتا ہے۔

حجۃ الوداع کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہؓ کے درمیان کھڑے ہو کر یہ دوٹوک اعلان فرمایا کہ کسی عرب کو عجمی پر فضیلت نہیں اور نہ ہی کسی عجمی کو عرب پر فضیلت ہے مگر تقویٰ کے ساتھ۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

يَاۤ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝

(الحجرات آیت ۱۴)

یعنی اے لوگو! ہم نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو کئی گروہوں اور قبائل میں اس لئے تقسیم کر دیا ہے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو اور یہ امر صرف امتیاز کیلئے ہے نہ کہ تفاخر اور تکبر کا ذریعہ بنانے کیلئے۔ تم میں سے زیادہ معزز وہی ہے جو سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی سے بچتا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بہت علم رکھنے والا اور بہت خبر رکھنے والا ہے۔

گزشتہ جنگِ عظیم سے پیشتر جرمنی میں ہر ہٹلر نے جرمن قوم کی نسلی برتری کا نظریہ پیش کیا تھا اور یہ کہ دنیا کی ترقی کا مفاد اسی بات میں ہے کہ اعلیٰ اور برتر نسل باقی سب کو مغلوب کر کے اپنے پیچھے جبراً لگائے اور ان کو ترقی کی منزلوں کی طرف کھینچ کر لے جائے جس طرح کہ ایک طاقتور انجن گاڑی کے ڈبوں کو کھینچتا ہوا پہاڑی کی چوٹی پر چڑھ جاتا ہے۔ چنانچہ اُس کے اس نظریہ نے امنِ عالم کو تباہ و برباد کرتے ہوئے دنیا کی اکثر اور بیشتر اقوام کو جنگ کی بھٹی میں جھونک دیا۔ اسلام کسی نسلی برتری کا قائل نہیں۔ اسلام کے خدا کی نگاہ میں کسی فرد یا قوم کو کسی دوسرے فرد یا قوم پر تقویٰ کے علاوہ کسی اور وجہ سے فضیلت نہیں۔

جماعتِ احمدیہ کے افراد کو خاص طور پر یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر ہم میں سے کوئی شخص ذات پات کے لحاظ سے کسی کو اپنے سے حقیر سمجھتا ہے تو وہ اسلامی نقطۂ نگاہ سے تکبر کے مہلک مرض میں مبتلا ہے۔ وہ خدا تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بلکہ اللہ تعالیٰ کے سب مقدس انبیاء کو اپنے فعل سے جھٹلاتا ہے اور خدا تعالیٰ کی غیرت کو چیلنج کرتا ہے کہ وہ بھڑکے اور اُسے دنیا میں ذلیل و خوار کر دے۔ اگر اسلام اور احمدیت کی تعلیم برحق ہے اور یقیناً برحق ہے تو پھر یہ امر بھی درست ہے کہ ایسا شخص نہایت ہی کمینہ اور ذلیل انسان ہے جو سوسائٹی کے امن کو برباد کرنے والا طاعونی کیڑا ہے۔ یہ ذات پات کی تمیز ہی ہے جس نے سینکڑوں سالوں تک کروڑہا انسانوں کو ذلت و خواری کی آگ میں جلایا اور برسرِ اقتدار طبقے سے انسانیت سوز مظالم کروائے۔ یہ رنگ و نسل پر بیجا تفاخر ہی ہے جو موجودہ دنیا کی سب سے بڑی قوم یعنی امریکن قوم کے امن کو تباہ کر رہا ہے اور جس کی وجہ سے آئے دن نئے سے نئے انسانیت سوز واقعات ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں۔ الغرض ابتدائے آفرینش سے دنیا کے امن کو برباد کر رہا ہے۔ اسلام نے حقیقی مساواتِ اسلامی کو قائم کیا۔ ایک غلام زادے کو اُس لشکر کا کمانڈر بنایا جس میں قوم کے چوٹی کے سپہ سالار بطور سپاہی کے تھے۔ پھر اسلام کی اسی تعلیم نے خلیفۂ وقت حضرت عمرؓ کی زبان سے بلالؓ حبشی کو سیّدنا بلالؓ کہلوایا۔ یعنی ہمارا آقا بلالؓ۔ معاشرے کا اندرونی امن بھی اسی صورت میں قائم ہو سکتا ہے کہ انسانی حقوق کے لحاظ سے سب افراد میں مساوات قائم ہو اور کوئی اپنے آپ کو کسی سے بڑا نہ سمجھے اور نہ ہی کوئی شخص احساسِ کمتری کا شکار ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس اصول پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے!

اسلام کا ایک دوسرا بڑا اصول جس پر معاشرے کے اندرونی امن اور پھر بین الاقوامی امن کا دارومدار ہے عدل کا قیام ہے۔ دراصل یہ اصول متذکرہ بالا پہلے اصول یعنی عالمگیر اخوتِ اسلامی کا لازمی نتیجہ ہے اور اُسی سے مستنبط ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:۔

(۱) إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى ..... الآیۃ

(۲) إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلٰى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ

بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ، اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ۔

(۳) وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى۔

یعنی اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ تم دوسروں سے برابری کا سلوک کرو یعنی وہی سلوک کرو جو تم چاہتے ہو کہ اسی حالت میں تم سے کیا جائے بلکہ اس سے بڑھ کر یہ حکم دیتا ہے کہ دوسروں کو ان کے حقوق سے بڑھ کر دو یعنی احسان اور مروت سے کام لو بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ حکم دیتا ہے کہ یہ احسان تم سے اُسی قسم کے طبعی جوش سے سرزد ہونا چاہیئے جو ایک انسان کے دل میں قریب ترین خونی رشتہ داروں کے لئے ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ قومی انتخابات کے موقع پر یا کسی کو کوئی منصب تفویض کرنے کے موقع پر اگر تم دنیا سے فتنہ و فساد اور بدامنی کو دُور کرنا چاہتے ہو تو صرف تقویٰ اور کام کی اہلیت کو مدِ نظر رکھا کرو اور جب تم کسی منصب پر فائز ہو جاؤ اور کسی بھی رنگ کی زمامِ حکومت تمہارے ہاتھ میں دی جائے تو عدل اور انصاف سے کام لو۔ دنیا کو خوشحال بنانے کے لئے یہ کیا ہی اچھی نصیحت ہے جس کا اللہ تعالیٰ تمہیں وعظ کرتا ہے اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم عدل اور انصاف سے کام نہ لو۔ عدل سے کام لو۔ یہ امر تقویٰ سے بہت ہی قریب ہے۔

اِسی عدل کی تعلیم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن سنہری الفاظ میں بیان کیا ہے کہ:۔

وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِاَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ	یعنی خدا کی قسم تم میں سے کوئی شخص مومن ہی نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی چیز پسند نہ کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

اِسی طرح اسلام نے اِس امر پر بہت زور دیا ہے کہ انسان کو اپنے بنی نوع پر نہ صرف عدل کا بلکہ احسان کا دیرہ اختیار کرنا چاہیئے۔ اِس سے سوسائٹی کی بہت ساری بدامنیاں رُک جاتی ہیں۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو محض بھوک اور ننگ کی وجہ سے لُوٹ مار اور قتل و غارت کا پیشہ اختیار کر لیتے ہیں دنیا میں بہت سے خونی انقلابات اِسی وجہ سے رُونما ہوئے۔ اگر اُمراء اور برسرِ اقتدار لوگ غریب عوام کی بنیادی ضروریات کا خیال رکھتے تو اُن کا کبھی بھی وہ بُرا انجام نہ ہوتا جو کہ ہوا۔ چنانچہ روس میں ایک استبدادی نظام کے ردِّ عمل کے طور پر ہی کمیونسٹ انقلاب برپا ہوا جو کہ دنیا کے لئے اب ایک مستقل فتنہ کی صورت اختیار کر گیا ہے اور جس کی وجہ سے دنیا کا امن دائمی طور پر معرضِ خطر میں ہے۔ اِنہی حالات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا:۔

وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا	یعنی اللہ تعالیٰ کے راستہ میں (مال و جان، اوقات

بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ وَ اَحْسِنُوْا۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ٥
(البقرہ ع ۲۴)

اور قوتیں) خرچ کرو اور اپنے ہی ہاتھوں (اپنے آپکو) ہلاکت میں مت ڈالو اور احسان سے کام لو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ احسان کرنیوالوں سے محبت کرتا ہے۔

بعض مغربی اقوام نے استعماری پالیسی اختیار کر کے دنیا کے امن کو برباد کیا اور کمزور اقوام کو اپنے حلقۂ غلامی میں جکڑ لیا۔ اُن کا ظاہری بہانہ یہ تھا کہ ہم اُن کو تہذیب و تمدن سکھانے جا رہے ہیں، اُن کی زبوں حالی سے ہمارے دل خون ہو رہے ہیں اور ہم اُن کے ملکوں میں صرف اُن کی غمخواری کرنے کے لئے گئے ہیں حالانکہ درحقیقت ان ممالک کی زرخیز زمینیں اور سونے کی کانیں اور دیگر دوسری قسم کے لالچ ان مغربی اقوام کو وہاں لے گئے تھے۔ چنانچہ براعظم افریقہ میں، خصوصاً جنوبی افریقہ میں ایسا ہی ہو رہا ہے۔ اور آجکل سفید نسل کے مستعمرین نے وہاں کے اصل سیاہ فام باشندوں پر عرصۂ حیات تنگ کر کے سخت بدامنی کا ماحول قائم کیا ہوا ہے۔ اسی قسم کے مستعمرین کی طرف اشارہ کر کے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا تھا کہ:۔

لَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْکَ اِلٰی مَا مَتَّعْنَا بِہٖ اَزْوَاجًا مِّنْھُمْ۔ وَلَا تَحْزَنْ عَلَیْھِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَکَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ۔ (الحجر ع ۶)

اس آیت کے بہت سے مفہوموں میں سے ایک مفہوم یہ ہے کہ اے مخاطب! ہم نے اُن (میں سے
کئی گروہوں) کو جن منافع سے نوازا ہے تُو اُن کی طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر نہ دیکھ اور ان کی غمخواری
کا بہانہ کرتے ہوئے اُن (کی تباہی) پر غم نہ کھا (اگر تُو واقعی دنیا میں قیام امن کا علمبردار ہے تو) اُن
لوگوں پر اپنا شفقت کا بازو جھکائے رکھ جو دنیا میں مخلصانہ طور پر امن قائم کرنے کی کوششیں کر رہے ۱
ہیں۔ یعنی اُن سے پُورا پُورا تعاون کر اور ان کی ہر رنگ میں مدد کر۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ:۔

وَلَا تَمُدَّنَّ اِلٰی مَا مَتَّعْنَا بِہٖ اَزْوَاجًا مِّنْھُمْ زَھْرَۃَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا لِنَفْتِنَھُمْ فِیْہِ وَرِزْقُ رَبِّکَ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی۔ وَاْمُرْ اَھْلَکَ بِالصَّلٰوۃِ وَاصْطَبِرْ عَلَیْھَا۔ لَا نَسْئَلُکَ رِزْقًا۔ نَحْنُ نَرْزُقُکَ۔ وَالْعَاقِبَۃُ لِلتَّقْوٰی۔ (طٰہٰ ع ۸)

یعنی (اے مخاطب! اگر تُو دنیا میں واقعی امن اور خوشحالی کا مُنہ دیکھنا چاہتا ہے تو) ہم نے

جو کچھ اُن میں سے بعض لوگوں کو دنیوی زندگی کی زیبائش کے سامان دے رکھے ہیں تو اُن کی طرف اپنی دونوں آنکھوں کی نظر کو پھیلا پھیلا کر مت دیکھ (کیونکہ یہ سامان اُن کو اسلئے دیا گیا ہے) کہ ہم اُن کے ذریعہ سے اُن کی آزمائش کریں اور (جائز طریقوں سے) تیرے رب کا دیا ہوا رزق (ہی) اچھا اور باقی رہنے والا ہے۔ اور (اگر تو اپنی مشکلات کا حل چاہتا ہے) تو اپنے متعلقین کو نماز (یعنی اپنے خدا، اپنے حقیقی مشکلکشا سے سچا تعلق پیدا کرنے) کی تاکید کرتا رہ اور تو خود بھی اس پر قائم رہ۔ ہم تجھ سے رزق نہیں مانگتے بلکہ ہم تجھے رزق دے رہے ہیں اور انجام تقویٰ ہی کا بہتر ہوتا ہے۔

اب دیکھ لیجئے کہ اگر بنی نوع انسان اس تعلیم پر کاربند ہو جائیں تو کس طرح دنیا جنت نظیر بن سکتی ہے، معاشرے کی تمام اندرونی بدامنیاں بھی دور ہو جاتی ہیں اور بین الاقوامی سطح پر بھی امن قائم ہو جاتا ہے۔

موجودہ دنیا کی عالمگیر بدامنی اور فتنہ و فساد کی ایک بڑی وجہ یہ امر ہے کہ اقوام عالم مندرجہ بالا اصول سے بالکل اُلٹ راستہ اختیار کر رہی ہیں اور تباہی کے گڑھے کی طرف قدم بڑھا رہی ہیں۔ اُن کے اس انجام کی پیشگوئی قرآن کریم میں اِن الفاظ میں کی گئی ہے کہ :-

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ۔ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ۔ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ ۔ أَلَا يَظُنُّ أُولَٰئِكَ أَنَّهُمْ مَّبْعُوثُونَ ۔ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ ۔ يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۔ كَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْفُجَّارِ لَفِي سِجِّينٍ ۔ وَمَا أَدْرَاكَ مَا سِجِّينٌ ۔ كِتَابٌ مَّرْقُومٌ ۔ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ (التطفیف)

یعنی اُن لوگوں کے لئے جو دوسروں کو سودا (یا حقوق) دیتے وقت کم کر کے دیتے ہیں ایک بہت بڑی تباہی مقدر ہے۔ وہ لوگ جو دوسروں سے کوئی چیز (یا حقوق) ماپ تول کر لیتے ہیں تو خوب پورا کر کے لیتے ہیں اور جب کوئی چیز ماپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو کمی کر دیتے ہیں۔ کیا یہ لوگ یقین نہیں کرتے کہ وہ ایک عظیم الشان وقت میں خدا تعالیٰ کا فیصلہ دیکھنے کے لئے اُٹھائے جائیں گے، جس وقت تمام لوگ سب جہانوں کے رب کا فیصلہ سُننے کے لئے کھڑے ہوں گے۔ اِن (مغربی اقوام) کا ہرگز وہ انجام نہیں ہو سکتا (جو وہ سمجھتے ہیں) یقیناً اِن بدکاروں کی سزا کا حکم یعنی اُن کا عذاب بڑا سخت اور دائمی ہوگا۔ اور تجھے کیا پتہ کہ وہ سخت اور دائمی عذاب کتنا شدید ہوگا۔ وہ (خدا تعالیٰ کا) ایک ایسا حکم ہے جو (ازل سے) لکھا ہوا ہے۔ اُس دن (خدا تعالیٰ کے احکام کو) جھٹلانے والوں کیلئے عذاب (ہی عذاب) ہوگا

یہ پیشگوئی اسوقت دنیا میں ظہور پذیر ہو رہی ہے اور اس کا انجام بھی دنیا کے اُفق پر نمودار ہو رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کے بداثرات سے بچائے۔ آمین!

تیسرے نمبر پر اسلام نے دنیا میں فتنہ و فساد اور بدامنی کا ذمہ دار مادہ پرستی، حُبِّ لذّاتِ دنیا اور حرص و آز کو قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:۔

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ۔ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ۔ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ۔ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ۔ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ۔ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ٥ (سورۃ التکاثر پارہ ۳۰)

یعنی (مادیت، دنیوی لذّات اور دنیا پرستی میں) ایک دوسرے سے بڑھنے کی خواہش نے تمہیں (اپنی حقیقی خوشحالی کے راستہ سے) غافل کر دیا ہے یہاں تک کہ تم (اپنی انسانی، اخلاقی اور روحانی اقدار کے لحاظ سے) قبروں میں جا پڑے ہو یعنی بالکل ہی مُردہ ہو گئے ہو (خوب یاد رکھو کہ) عنقریب تم (قرآن کریم کی بیان کردہ اس حقیقت کو) جان لو گے۔ پھر ہم کہتے ہیں کہ تمہارا انجام ہرگز اس طرح نہیں جس طرح تم سمجھتے ہو۔ اور عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا کہ تمہاری اندرونی حالت حقیقتاً وہی ہے جو قرآن کریم نے بیان کی ہے اصل حقیقت تمہارے خیالات کے مطابق ہرگز نہیں ہے۔ کاش تم اس اصل حقیقت کو علم الیقین کی مدد سے یعنی اپنی موجودہ حالت پر علمی استدلال کرتے ہوئے جان سکتے ہو (تب اُن کو معلوم ہو جاتا کہ) تم ضرور بالضرور (اسی دنیا میں) جہنّم کو دیکھ لو گے اور پھر ایک وقت آئیگا کہ تم واقعی اس جہنّم کو اپنی آنکھوں سے دیکھو گے اور تمہیں اس پر علمی استدلال کی بجائے آنکھوں دیکھا یقین حاصل ہو جائیگا اور یہ بھی یاد رکھو کہ تم سے اُس دن (جبکہ تم اپنے مالکِ حقیقی کے سامنے پیش کئے جاؤ گے) ایک خاص نعمت (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی تعلیم) کے متعلق سوال کیا جائے گا (کہ کیوں تم نے اُسے قبول نہ کیا اور اُس کا شکریہ ادا نہ کیا)

اب دیکھ لیجئے کہ موجودہ دُنیا کی مادہ پرستی، حرص و آز اور لذّاتِ دنیوی کے تتبّع نے کس طرح اُنکے سامنے ایک ہولناک انجام ایک ہوّے کی صورت میں کھڑا کر دیا ہے۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن کریم نے فرمایا تھا کہ:۔

وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا٥ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا٥ (الکہف آیت ۵۴-۵۵)

یعنی مجرم اس آگ (یعنی ہولناک انجام) کو دیکھیں گے اور یقین کریں گے کہ وہ اسمیں گرنے والے ہیں اور وہ اُس سے پیچھے ہٹنے کی کوئی جگہ نہیں پائیں گے اور (انہی تباہیوں اور گمراہیوں کے تدارک کے لئے) ہم نے اس

قرآن میں یقیناً ہر ضروری بات کو مختلف پیرایوں میں بیان کیا ہے۔ اور (ایسا کیوں نہ کرتے کہ) انسان سب سے بڑھ کر بحث کرنے والا (اور جھگڑالو) ہے یعنی آسانی سے حق کو قبول نہیں کرتا۔

دنیوی لذات میں سے ہی ایک جنسی بے راہ روی ہے جس نے دنیا میں شدید بدامنی اور عظیم الشان طوفانِ بدتمیزی برپا کر رکھا ہے۔ آجکل کے اخبارات کی فائلیں اس بات پر گواہ ہیں۔ گذشتہ دنوں امریکہ کے ڈاکٹر بلی گراہم کی بیوی نے ڈاکٹر صاحب کو کہا کہ اگر امریکہ کی بداعمالی و بدکاری یعنی جنسی بے راہ روی کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے امریکہ کو تباہ نہ کیا تو قیامت کے دن اُسے سدوم اور عمورہ یعنی لوطؑ کی بستیوں سے معذرت کرنی پڑے گی۔

یہ سب کچھ پردے کی تعلیم کو پس پُشت ڈالنے کا نتیجہ ہے۔ حیرانی کی بات ہے کہ پاکستان میں بھی بعض لوگ دنیا کی موجودہ ہولناک اخلاقی حالت سے عبرت حاصل نہیں کرتے اور بے پردگی کو رواج دینے کی کوشش کرتے ہیں کبھی یہ سوال اٹھایا جاتا ہے کہ پردے میں چہرہ شامل نہیں حالانکہ اسلام کی تعلیم وہی ہے جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نے عمل کیا اور صحیح بخاری سے صاف ثابت ہے کہ صحابیات و ازواجِ مطہرات پردہ کے احکام کے نزول سے پہلے چہرہ ننگا رکھا کرتی تھیں اور ان احکام کے نزول کے بعد چہرہ ڈھانکا کرتی تھیں (صحیح بخاری۔ حدیث افک)

اگر ہمارے ملک میں بے پردگی کا یہی رجحان جاری رہا تو ہم سے بھی قدرت اسی رنگ میں انتقام لے گی جس طرح وہ مغربی ممالک سے لے رہی ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ دنیا میں ہر قسم کے امن کا قیام اسی بات پر منحصر ہے کہ انسان فردی، قومی اور بین الاقوامی تمام سطحوں پر ضابطۂ اخلاق کی پیروی کرے اور اُن عناصر کے خلاف جہاد کرے جو اخلاقی اور روحانی قدروں کو کچلنے کے درپے ہیں۔ اور اصل بات تو یہ ہے کہ دنیا میں قیام امن اب صرف اور صرف اشاعتِ تعلیمِ اسلام پر ہی منحصر ہے اور اسی مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ نے جماعتِ احمدیہ کو کھڑا کیا ہے اور اُسے بشارت دی ہے کہ اُسکی مخلصانہ کوششیں، جانی اور مالی قربانیاں یقیناً مشکلات اور ابتلاء پیدا کئے جائیں گے مگر آخرکار ظلمتوں کے بادل پھٹ جائیں گے اور زمین اپنے ربّ کے نُور سے چمک اُٹھے گی۔

وَ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا ۔ (الہام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ عالمگیر امن اور سچی خوشحالی کے قیام کے لئے ہمیں زیادہ سے زیادہ مخلصانہ کوششیں کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری کوششوں کو اپنے فضل سے بارآور کرے! آمین۔

وآخر کلمنا حمدٌ وشکرٌ ؛ لربِّ محسنٍ ذی الامتنان

ایک عظیم الشان آسمانی تحریک — وقفِ جدید

پس منظر، اغراض و مقاصد اور خوشکن نتائج

(مکرم سید منیر احمد صاحب باہری۔ ربوہ)

وقفِ جدید کا پس منظر

احمدیت خدائے مقتدر کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا ہے۔ اس کا بڑھنا، پھولنا اور پھلنا ایک یقینی اور قطعی امر ہے۔ جب ہم احمدیت کی ستّر سالہ تاریخ پر نگاہ ڈالتے ہیں اور باوجود انواع و اقسام کی مخالفتوں، مشکلات اور ناموافق حالات کے اس کی روز افزوں ترقی کا نظارہ کرتے ہیں تو ہمارا یہ اعتقادی یقین تجربہ و مشاہدہ کا رنگ اختیار کر لیتا ہے اور اس شجرۂ مبارکہ کے درخشندہ مستقبل کی جھلک ہم فرداً کے دھندلکے میں دیکھنے لگتے ہیں۔

بایں ہمہ اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ستّر سال ایک خاصی لمبی مدت ہے۔ اس عرصہ میں مسیح پاکؑ کے انفاسِ قدسیہ سے تربیت یافتہ مقدّس گروہ کا بیشتر حصہ ہمیں داغِ مفارقت دے چکا ہے اور احمدیت کی تکمیلِ ترقی میں مزید تعویق ہمیں اس کے بہت سے فوائد و ثمرات سے محروم کر سکتی ہے! چنانچہ ہر وہ احمدی جو اپنے سینہ میں اس گراں قیمت مقصد کے حصول کی تڑپ رکھتا ہے اور اس کی نگاہ ماضی کے احوال سے آشنا اور اس کا شعور حال کے واردات کی صحیح جانچ پرکھ کی صلاحیت رکھتا ہے اس کے لئے یہ طوالتِ زمانہ اور دیر تاخیرِ ماہ و سال باعثِ فکر و تشویش ہو رہی ہے۔ ۱۹۵۵ء میں مجلس خدام الاحمدیہ کراچی کے نام ایک تحریری پیغام میں سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس حقیقت سے یوں نقاب کشائی فرمائی:-

"اپنے فرائض کو سمجھو اور اپنی زندگی پر غور کرتے رہو کہ وہ نہایت محدود ہے لیکن جو کام آپ لوگوں کے سپرد کیا گیا ہے ہزاروں سال کا ہے لیکن اگر اسے ستر اسّی سال میں ختم نہ کیا گیا تو اس کا پورا ہونا یا تو ناممکن ہو جائے گا یا جتنی بھی فتح حاصل کی گئی ہے بیکار اور ضائع

ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اس دن سے محفوظ رکھے۔ آمین۔"

یہی وہ جذبہ و اضطراب تھا جو پروردگارِ عالم کے حضور "رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی" کا سوال بن کے پیش ہوا۔ یعنی اے میرے قادر و توانا آقا! تیرے وعدے سچے ہیں اور تجھے سب طاقت حاصل ہے۔ مگر ہمیں اپنے مقصد کے جلد حصول کی راہ نظر نہیں آرہی! ہم آج بھی اپنے تئیں بے سروسامان پاتے ہیں۔ آج بھی دنیا ہمیں بے حقیقت جان کر نظر انداز کر رہی ہے! تو ہی دستگیری فرما اور ہماری کامیابی نزدیک کر دے، ایسے آثار و سامان پیدا فرما کہ جن کے پردہ میں ہم اپنا مقصود دیکھ لیں اور قلب مطمئن ہو!

اللہ تعالیٰ نے اس مثیلِ ابراہیمؑ کو بھی وہی نسخہ طمانیت قلب اور نظارہ مقصود کا بتا دیا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بتایا تھا "خُذْ اَرْبَعَۃً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْھُنَّ اِلَیْکَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی کُلِّ جَبَلٍ مِّنْھُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُھُنَّ یَاْتِیْنَکَ سَعْیًا"۔ یعنی ایک جماعت ایسے مومنین کی اپنے گرد جمع کر جو ارتقاءِ روحانی کی اہلیت اپنے اندر رکھتے ہوں۔ پھر اپنی صحبت و قربت سے یوں اُن پر رنگ چڑھا جس طرح مرغی انڈوں کو سیتی اور ان میں سے اپنے ہم رنگ چوزے نکالتی ہے تب ان خوش بخت پرندوں کو جو تیرے رنگ میں رنگین ہو کر تعلق باللہ کی نعمت سے فیضیاب ہوں اطراف و اکناف میں ایک ایسی تنظیم کے ماتحت پھیلا دے کہ وہ تیری ہر آواز پر لبیک کہنے کے لئے ہر وقت تیار ہوں اور انکی مساعی کی مکمل اطلاع تیر سے تک پہنچتی رہے۔ خالق و مخلوق کی محبت میں سرشار یہ جمالی صفت درویش قریہ قریہ اور گاؤں گاؤں اس کثرت سے پھیل جائیں کہ گویا سارے ملک پر ایک جال ڈال دیا گیا ہے جس کی رسیوں کے سرے تیرے ہاتھ میں ہوں! تب وہ کام جو اس ستر سالہ جلالی دورِ تبلیغ میں انجام نہیں پا سکا بسہولت تمام ہو گا۔

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مشفق و مہربان آقا سے یہ اشارہ پا کر جولائی ۱۹۵۷ء میں عیدالاضحیہ کے موقع پہ ایک تحریک کا آغاز ان الفاظ میں فرمایا:-

"در اصل قربانیوں کی عید ہمیں اس طرف توجہ دلاتی ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کی خاطر اور اس کے دین کے لئے جنگلوں میں جائیں اور وہاں جا کر خدا تعالیٰ کے نام کو بلند کریں اور لوگوں سے اس کے رسولؐ کا کلمہ پڑھوائیں جیسا کہ ہمارے صوفیاء کرام کرتے چلے آئے ہیں اگر ہم ایسا کریں تو یقیناً ہماری قربانی حضرت اسماعیلؑ کی قربانی کے مشابہ ہو گی .... چنانچہ میں چاہتا ہوں کہ اگر کچھ نوجوان ایسے ہوں جن کے دلوں میں یہ خواہش پائی جاتی ہو کہ وہ حضرت خواجہ معین الدین صاحب چشتیؒ اور حضرت شہاب الدین صاحب سہروردیؒ کے نقش قدم پر چلیں تو جس طرح جماعت کے نوجوان اپنی زندگیاں تحریک جدید کے ماتحت وقف کرتے ہیں وہ اپنی زندگیاں براہِ راست میرے سامنے وقف کریں تاکہ میں اُن سے ایسے طریق پر

کام لوں کہ وہ مسلمانوں کو تعلیم دینے کا کام کر سکیں وہ مجھ سے ہدایتیں لیتے جائیں اور اس ملک میں کام کرتے جائیں ۔ ہمارا ملک آبادی کے لحاظ سے ویران نہیں ہے لیکن روحانیت کے لحاظ سے بہت ویران ہو چکا ہے اور آج بھی اس میں چشتیوں کی ضرورت ہے، سہروردیوں کی ضرورت ہے اور نقشبندیوں کی ضرورت ہے ۔ اگر یہ لوگ آگے نہ آتے اور حضرت معین الدین صاحب چشتی رح، حضرت شہاب الدین صاحب سہروردی رح اور حضرت فرید الدین شکر گنج رح جیسے لوگ پیدا نہ ہوتے تو یہ ملک روحانیت کے لحاظ سے اور بھی ویران ہو جاتا بلکہ اس سے بھی زیادہ ویران ہو جاتا جتنا مکہ مکرمہ کسی زمانہ میں آبادی کے لحاظ سے ویران تھا ۔ پس میں چاہتا ہوں کہ جماعت کے نوجوان ہمت کریں اور اپنی زندگیاں اس مقصد کے لئے وقف کریں ۔ وہ صدر انجمن یا تحریک جدید کے ملازم نہ ہوں بلکہ اپنے گزارہ کے لئے وہ طریق اختیار کریں جو میں انہیں بتاؤں گا ۔ اور اس طرح آہستہ آہستہ دنیا میں نئی آبادیاں قائم کریں اور طریق آبادی کا یہ ہوگا کہ وہ حقیقی طور پر نہیں ہاں معنوی طور پر ربوہ اور قادیان کی محبت اپنے دلوں سے نکال دیں اور باہر جا کر نئے ربوے اور نئے قادیان بسائیں ۔ ابھی اس ملک کے کئی علاقے ایسے ہیں جہاں میلوں میل تک کوئی بڑا قصبہ نہیں ۔ وہ جا کر کسی ایسی جگہ بیٹھ جائیں اور حسبِ ہدایت وہاں تبلیغ بھی کریں اور لوگوں کو تعلیم بھی دیں ، لوگوں کو قرآن کریم اور حدیث پڑھائیں اور اپنے شاگرد تیار کریں جو آگے اور جگہوں پر پھیل جائیں ۔ اِس طرح سارے ملک میں وہ زمانہ دوبارہ آجائے گا جو پرانے صوفیاء کے زمانہ میں تھا ۔" (الفضل یکم اگست ۱۹۵۷ء)

(باقی دارد)

خاک کو کیمیا کر دینے والی اکسیر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"دُعا وہ اکسیر ہے جو ایک مُشتِ خاک کو کیمیا کر دیتی ہے اور وہ ایک پانی ہے جو اندرونی غلاظتوں کو دھو دیتا ہے۔" (لیکچر سیالکوٹ صـ۱۶)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے دسویں سالانہ اجتماع کا پروگرام

۱۳ نومبر ۱۹۶۴ء بروز جمعۃ المبارک

اجلاس اوّل

۳-۰۰ تا ۳-۸	تلاوت قرآن مجید	مکرم حافظ مسعود احمد صاحب ناظم انصار اللہ ضلع سرگودھا
۳-۸ تا ۳-۲۵	دُعا عہد و افتتاح	
۳-۲۵ تا ۳-۲۷	تقسیم علم انعامی	محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب
۳-۲۷ تا ۳-۳۵	نظم	مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب
۳-۳۵ تا ۳-۵۰	درس قرآن مجید	" مولانا ابو العطاء صاحب
۳-۵۰ تا ۴-۵	درس حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم	مکرم مولوی غلام باری صاحب سیف
۴-۵ تا ۴-۲۰	درس کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام	" چوہدری محمد شریف صاحب
۴-۲۰ تا ۴-۳۰	نظم	" محمد احمد صاحب انور
۴-۳۰ تا ۴-۴۵	ماہنامہ "انصار اللہ" کے متعلق تحریک	" چوہدری انور حسین صاحب شیخوپورہ
۴-۴۵ تا ۵-۴۵	تفریحی کھیلیں	
۵-۴۵ تا ۷-۳۰	وقفہ برائے نماز مغرب و عشاء و طعام	

اجلاس دوم

۷-۳۰ تا ۷-۴۰	تلاوت قرآن مجید	مکرم محمد احمد صاحب انور
۷-۴۰ تا ۷-۵۰	نظم	" چوہدری عبد العزیز صاحب
۷-۵۰ تا ۸-۴۰	سالانہ رپورٹ	قائدین مرکزیہ
۸-۴۰ تا ۹-۴۰	مجلس شوریٰ	
۹-۴۰ تا ۹-۵۵	قبولیت دعا کی دو ذاتی مثالیں	مکرم مولوی نذیر احمد صاحب مبشر

"شب بخیر"

۱۴ نومبر ۱۹۶۴ء بروز ہفتہ

اجلاس سوم

۳-۳۰ تا [illegible]	نماز تہجد	

۵-۰۰ تا ۵-۳۵	نماز فجر	
۵-۳۵ تا ۵-۵۰	درس قرآن مجید	مکرم شیخ مبارک احمد صاحب
۵-۵۰ تا ۷-۰۰	ذکر حبیب علیہ السلام	
۷-۰۰ تا ۹-۰۰	ناشتہ وغیرہ	

اجلاس چہارم

۹-۰۰ تا ۹-۱۰	تلاوت قرآن مجید	مکرم حافظ محمد رمضان صاحب
۹-۱۰ تا ۹-۲۰	نظم	" محمد احمد صاحب انور
۹-۲۰ تا ۹-۳۵	درس قرآن مجید	محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب
۹-۳۵ تا ۹-۴۷	درس حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم	مکرم ملک سیف الرحمٰن صاحب مفتی سلسلہ
۹-۴۷ تا ۱۰-۰۰	درس کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام	" صوفی بشارت الرحمٰن صاحب ایم - اے
۱۰-۰۰ تا ۱۰-۱۰	سیرت حضرت میر محمد اسحٰق صاحب رضؓ	" مولوی غلام احمد صاحب فرخ
۱۰-۱۰ تا ۱۰-۲۵	ذکر حبیب علیہ السلام	محترم حکیم دین محمد صاحب
۱۰-۲۵ تا ۱۰-۴۰	حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی صحت کے لئے دعا کی تحریک	" صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب
۱۰-۴۰ تا ۱۰-۵۰	نظم	مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب
۱۰-۵۰ تا ۱۱-۵۰	انعامی تقریری مقابلہ	عنوانات

(۱) حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے احسانات جماعت احمدیہ پر
(۲) باہمی محبت و اخوت کی اہمیت
(۳) نظام سلسلہ کے احترام کی اہمیت
(۴) جماعت احمدیہ کی ترقی کا راز
(۵) تربیت اولاد کی اہمیت

نوٹ:- مقابلہ میں شریک ہونے والے احباب کی تعداد کو مدنظر رکھ کر ہر مقرر کو وقت دیا جائے گا۔

۱۱-۵۰ تا ۱۲-۱۰	سوال و جواب	محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب
	نوٹ:- ایسے سوالات دریافت کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔ جن کا تعلق اختلافی فقہ سے ہو یا جن کا تعلق فرقہ وارانہ مسائل یا سیاسیات سے ہو۔	مولانا جلال الدین صاحب شمس، مولانا ابوالعطاء صاحب اور قاضی محمد نذیر صاحب جواب دیں گے۔
۱۲-۱۰ تا ۱۲-۲۵	صحت کو قائم رکھنے کے اصول	میجر ڈاکٹر شاہنواز صاحب
۱۲-۲۵ تا ۱۲-۳۵	نظم	مکرم محمد احمد صاحب انور

۱۲-۳۵ تا ۲-۳۰	وقفہ برائے نماز ظہر و عصر و طعام	

اجلاس پنجم

۲-۳۰ تا ۲-۴۰	تلاوت قرآن مجید	مکرم چوہدری عبدالعزیز صاحب
۲-۴۰ تا ۲-۵۰	نظم	" چوہدری شبیر احمد صاحب
۲-۵۰ تا ۳-۵	درس حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔	" مولوی عبدالمالک خاں صاحب
۳-۵ تا ۳-۲۰	درس کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۔	" چوہدری غلام احمد خاں صاحب
۳-۲۰ تا ۳-۲۷	نظم	مکرم محمد احمد صاحب انور
۳-۲۷ تا ۳-۴۲	احمدیت سے ہم نے کیا پایا	" شیخ محمد احمد صاحب مظہر لائل پور ۔
۳-۴۲ تا ۳-۵۷	تقویٰ کے حصول کے طریق	" شیخ محمد حنیف صاحب کوئٹہ
۳-۵۷ تا ۴-۵	نظم	" چودھری عبدالعزیز صاحب
۴-۵ تا ۴-۲۰	سچی معرفت کیا ہے	محترم میر محمد بخش صاحب گوجرانوالہ
۴-۲۰ تا ۴-۳۵	صحابہ کرامؓ کے نقش قدم پر چلیں ۔	مکرم چوہدری انور حسین صاحب شیخوپورہ
۴-۳۵ تا ۴-۵۰	ایمان کی دولت کی حفاظت کیجئے	محترم مرزا عبدالحق صاحب سرگودہا
۴-۵۰ تا ۵-۰۰	نظم	مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب
۵-۰۰ تا ۵-۴۵	تفریحی کھیلیں	

اجلاس ششم

۷-۳۰ تا ۷-۴۰	تلاوت قرآن مجید	مکرم محمد شفیع خاں صاحب نجیب آبادی
۷-۴۰ تا ۷-۵۰	نظم	مکرم چوہدری عبدالعزیز صاحب
۷-۵۰ تا ۸-۵	تقسیم انعامات	صدر محترم
۸-۵ تا ۸-۲۰	"تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو تا قبولیت دعا کا سرور حاصل ہو" (المسیح الموعودؑ)	مکرم چوہدری محمد شریف صاحب منٹگمری
۸-۲۰ تا ۹-۳۰	شوریٰ	
۹-۳۰ تا ۹-۴۵	درس قرآن مجید	مکرم مولوی ظہور حسین صاحب

شب بخیر

۱۵ نومبر ۱۹۶۴ء بروز اتوار

اجلاس ہفتم

۴-۳۰ تا ۵-۰۰	نماز تہجد	

۰۰-۵ تا ۳۵-۵	نماز فجر	
۳۵-۵ تا ۰۰-۶	درس قرآن مجید	مکرم قاضی محمد نذیر صاحب فاضل
۰۰-۶ تا ۰۰-۷	ذکر حبیب علیہ السلام	
۰۰-۷ تا ۰۰-۹	ناشتہ وغیرہ	

اجلاس ہشتم

۰۰-۹ تا ۱۰-۹	تلاوت قرآن مجید	مکرم حافظ شفیق احمد صاحب
۱۰-۹ تا ۲۰-۹	نظم	" چوہدری شبیر احمد صاحب
۲۰-۹ تا ۳۵-۹	درس قرآن مجید	" مولوی محمد صادق صاحب
۳۵-۹ تا ۵۰-۹	حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارفع مقام اور افضلیّت	محترم مولانا جلال الدین صاحب شمسؔ
۵۰-۹ تا ۵-۱۰	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مقام	مکرم شیخ محمد احمد صاحب مظہر لائل پور
۵-۱۰ تا ۱۵-۱۰	حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضؓ اور قدرت ثانیہ کا ظہور	" شیخ عبد القادر صاحب مربی سلسلہ
۱۵-۱۰ تا ۳۰-۱۰	پیشگوئی مصلح موعود	" مولانا غلام احمد صاحب فرخ
۳۰-۱۰ تا ۴۵-۱۰	حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے کارنامے (ا) بلحاظ امام جماعت۔	" مولانا ابو العطاء صاحب
۴۵-۱۰ تا ۰۰-۱۱	(ب) بلحاظ اشاعت دین۔	" شیخ مبارک احمد صاحب
۰۰-۱۱ تا ۱۵-۱۱	(ج) بلحاظ افاضۂ فیوض روحانی	محترم مرزا عبد الحق صاحب سرگودہا۔
۱۵-۱۱ تا ۳۰-۱۱	(د) بلحاظ افاضۂ علوم روحانی	مکرم مولوی عبد المالک خاں صاحب۔
۳۰-۱۱ تا ۵۰-۱۱	خلافت ثانیہ کے موجودہ دَور میں ہماری ذمہ داریاں	" مسعود احمد خاں صاحب دہلوی
۵۰-۱۱ تا ۵۰-۱۲	خطاب	صدر محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب
۵۰-۱۲ تا ۵۵-۱۲	عہد و دُعا	

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

نوٹ:- یہ تربیتی اجتماع پرائیویٹ ہے اور ایک پرائیویٹ احاطہ میں منعقد ہو رہا ہے۔

والسلام

خاکسار محبوب عالم خالد (ایم - اے)
قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ - ربوہ

ضمیمہ ماہنامہ انصار اللہ بابت ماہ اکتوبر ۱۹۶۴ء

نتیجہ امتحان انصار اللہ سہ ماہی سوم

۱۱/۱۲ ستمبر ۱۹۶۳ء کو اراکین انصار اللہ سے برکات الدعا۔ نکاح کے متعلق آیات قرآنی حفظ، ترجمہ اور صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پانچ دلائل کا امتحان لیا گیا تھا۔ اس امتحان میں مکرم پروفیسر محمد ابراہیم صاحب ناصر ربوہ اول اور ملک نصیر احمد صاحب کراچی دوم رہے۔ اللہ تعالےٰ مبارک کرے ؛

- معیار اوّل -

(قائد تعلیم مجالس انصار اللہ مرکزیہ)

نمبر شمار	نام مجلس	نام امتحان دہندگان	ڈویژن
۱	سول لائن لاہور	مکرم ڈاکٹر عبدالواحد خان صاحب سیمنٹ بلڈنگ	دوم
۲	" "	" چوہدری عنایت اللہ صاحب حصاری	اول
۳	" "	" مبارک احمد صاحب نور	دوم
۴	" .	" سربلند صاحب پنشنر	اول
۵	" "	" حکیم جان محمد صاحب جیونت باڈنگ	سوم
۶	کرشن نگر	" عبدالجلیل صاحب عشرت بی۔اے آنرز	اول
۷	"	" ملک محمد خان صاحب مری روڈ	"
۸	"	" عبداللطیف صاحب ستکوہی	"
۹	سنت نگر	" محمد ابراہیم صاحب محکمہ بجلی	دوم
۱۰	پشاور	" خواجہ محمد شریف صاحب	اول
۱۱	"	" چوہدری رکن الدین صاحب	"
۱۲	"	" خلیل الرحمٰن صاحب	"
۱۳	"	" مرزا نصیر احمد صاحب	دوم

نمبر شمار	نام مجلس	نام امتحان دہندگان	ڈویژن
۱۴	پشاور	مکرم عبدالغفور صاحب	اول
۱۵	"	" میاں عبدالرشید صاحب	"
۱۶	"	" مرزا عبدالمجید صاحب	"
۱۷	"	" نثار احمد صاحب فاروقی	"
۱۸	"	" محمد الطاف صاحب	"
۱۹	"	" عبدالکریم صاحب	دوم
۲۰	حلقہ گولبازار	" قریشی ناصر احمد صاحب	"
۲۱	" "	" " فضل حق صاحب	اول
۲۲	" "	" محمد اسحٰق صاحب ارشد	دوم
۲۳	" "	" خان محمد گوندل صاحب	"
۲۴	" "	" قریشی محمد اکمل صاحب	اول
۲۵	دارالصدر شرقی	" مختار احمد صاحب ہاشمی	"
۲۶	"	" کرم دین صاحب ڈرائیور	دوم
۲۷	"	" خواجہ عبیداللہ صاحب	اول
۲۸	"	" صوفی رمضان علی صاحب	"

نمبر شمار	نام مجلس	نام امتحان دہندگان	ڈویژن
۲۹	دارالصدر شرقی	مکرم حاکم علی صاحب	دوم
۳۰	" "	" ماسٹر حمید احمد صاحب سنیاسی	اول
۳۱	" "	" عبدالرحمٰن صاحب شاکر	"
۳۲	دارالرحمت غربی	" حاجی محمد فاضل صاحب ہمدانی	"
۳۳	"	" کیپٹن محمد سعید صاحب	"
۳۴	"	" بابو محمد عبداللہ صاحب	"
۳۵	"	" ڈاکٹر فرزند علی صاحب	"
۳۶	"	" مولوی محمد تقی صاحب	"
۳۷	"	" خان میران خان صاحب	دوم
۳۸	"	" حکیم عبدالرحمٰن شاہ صاحب	"
۳۹	"	" ناصر احمد صدیقی صاحب (خادم)	اول
۴۰	"	" صوفی عطا محمد صاحب	دوم
۴۱	"	" منیر الحق صاحب شاہد (خادم)	سوم
۴۲	"	" عبدالرفیق صاحب آصف "	"
۴۳	دارالرحمت شرقی	" پروفیسر حبیب اللہ خان صاحب ایم۔ایس۔سی	اول
۴۴		" عبدالرحیم خان صاحب	"
۴۵	دارالیمن شرقی	" ماسٹر شیر علی صاحب	"
۴۶	"	" محمد اسمٰعیل صاحب ٹیچر	"
۴۷	" غربی الف	" شیخ رشید احمد صاحب	"
۴۸	دارالصدر غربی ب	" مولوی محفوظ الرحمٰن صاحب	اول
۴۹	"	" چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ	"
۵۰	"	" ڈاکٹر غلام محمد صاحب	"
۵۱	"	" قریشی محمد یوسف صاحب	"
۵۲	"	" حاجی ارشید احمد صاحب	"
۵۳	دارالصدر غربی	مکرم پروفیسر محمد ابراہیم صاحب	[illegible]
۵۴	"	" چوہدری غلام مرتضےٰ صاحب	اول
۵۵	"	" " اللہ بخش صاحب	دوم
۵۶	دارالیمن	" عبدالرحمٰن صاحب پوسٹل کلرک	اول
۵۷	"	" محمد حسین صاحب دوکاندار	"
۵۸	"	" محمد اسمٰعیل صاحب	"
۵۹	" غربی الف	" منشی مرزا محمد صاحب کاتب	"
۶۰	کوئٹہ	" محمد اقبال صاحب	"
۶۱	"	" مرزا احمد صادق صاحب	اول
۶۲	"	" سید عبدالرشید صاحب	"
۶۳	"	" محمد احمد صاحب فاضل	"
۶۴	"	" جمعدار مردار خان صاحب	"
۶۵	"	" محمد عبدالحق صاحب جنجوعہ	"
۶۶		" محمد نصیب صاحب عارف	"
۶۷	"	" جمعدار علی محمد صاحب	"
۶۸	"	" نواب دین صاحب	"
۶۹	"	" محمد اسحٰق صاحب عابد	"
۷۰	"	" غلام مصطفےٰ صاحب	"
۷۱	"	" شیخ بشیر احمد صاحب سکھری	"
۷۲	"	" جلال الدین صاحب احمدی	"
۷۳	"	" محمد عبداللہ صاحب ڈار	"
۷۴	"	" احمد الدین صاحب بٹ	دوم
۷۵	"	" محمد عیسیٰ جان صاحب	اول
۷۶	"	" میاں عبدالقیوم صاحب	"

نمبر شمار	نام مجلس	نام امتحان دہندگان	ڈویژن
۷۷	جہلم	مکرم عبدالکریم صاحب	اول
۷۸	"	" غلام احمد صاحب نیا محلہ جہلم	"
۷۹	"	" حوالدار مرزا احمد ابراہیم صاحب	"
۸۰	"	" حکیم محمد عبداللہ صاحب	دوم
۸۱	دارالنصر غربی	" غلام قادر صاحب کاریگر کریاں	"
۸۲	"	" حکیم نذیر احمد صاحب	"
۸۳	گولیکی ضلع گجرات	" خوشی محمد صاحب	اول
۸۴		" پیرزادہ محمد اکبر صاحب سقراط	"
۸۵	"	" ماسٹر اللہ دتہ صاحب	دوم
۸۶	"	" پیرزادہ فیض عالم صاحب	اول
۸۷	مرالہ گجرات	" شاہ محمد صاحب پریذیڈنٹ	دوم
۸۸	منڈی بہاؤالدین ضلع گجرات	" چوہدری نذیر احمد صاحب	"
۸۹	چوہڑکانہ منڈی	" شیخ محمد علی صاحب انبالوی	اول
۹۰	اسلامیہ پارک لاہور	" عبدالستار صاحب	"
۹۱	سکھر	" محمد نسیم صاحب صدیقی	اول
۹۲	"	" قریشی عبدالرحمٰن صاحب	دوم
۹۳	"	" محمد حفیظ الرحمٰن صاحب	"
۹۴	کریم نگر فارم	" منشی سلطان احمد صاحب	اول
۹۵	مسن باڈہ	" منشی محکم دین صاحب	"
۹۶	شیخوپورہ	" گلزار محمد صاحب	"
۹۷	"	" جان عالم بیگ صاحب	"

نمبر شمار	نام مجلس	نام امتحان دہندگان	ڈویژن
۹۸	دارالرحمت وسطی	مکرم مرزا برکت علی صاحب	اول
۹۹	حلقہ مبارک سیالکوٹ	" محمد اقبال صاحب	"
۱۰۰	سیالکوٹ	نام نہ پڑھا جا سکا	"
۱۰۱	کینال کالونی لائل پور	" ایم عیسیٰ خان صاحب	دوم
۱۰۲	"	" عطا حسین صاحب شاد	اول
۱۰۳	ڈی ٹائپ کالونی لائل پور	" مرزا محمد صاحب کلیم	"
۱۰۴	سنت پورہ "	" محمد امین صاحب	دوم
۱۰۵	"	" صورت محمد صاحب شمس	"
۱۰۶	"	" صوفی محمد طالب صاحب	اول
۱۰۷	"	" ظفراللہ خان صاحب	"
۱۰۸	"	" غلام جیلانی خان صاحب	"
۱۰۹	"	" فضل کریم صاحب	دوم
۱۱۰	"	" عبدالرحمٰن صاحب	اول
۱۱۱	"	" حاتم علی صاحب	"
۱۱۲	جھنگ صدر	" قاضی محمد حسین صاحب نیا۔ اے ربی۔ ڈ	"
۱۱۳	"	" سراج دین صاحب فضل سٹریٹ	"
۱۱۴	"	" ماسٹر علی محمد صاحب	"
۱۱۵	کراچی	" چوہدری احمد مختار صاحب	"
۱۱۶	مارٹن روڈ کراچی	" آفتاب احمد صاحب بسمل	"
۱۱۷	"	" سید محمد یوسف صاحب	"

نمبر شمار	نام مجلس	نام امتحان دہندگان	ڈویژن
۱۱۸	مارٹن روڈ کراچی	مکرم محمد ابراہیم صاحب	دوم
۱۱۹	"	" چوہدری عزیز اللہ صاحب	اول
۱۲۰	"	" ملک حبیب احمد صاحب	دوم
۱۲۱	"	" لطف الرحمٰن صاحب	اول
۱۲۲	"	" عبدالمجید صاحب	دوم
۱۲۳	ناظم آباد کراچی	" محمد شفیع خان صاحب نجیب آبادی	اول
۱۲۴	"	" حاجی عبدالکریم صاحب	"
۱۲۵	"	" چوہدری سلطان محمود صاحب	"
۱۲۶	"	" سید محمد عالم شاہ صاحب	دوم
۱۲۷	"	" ملک نصیر احمد صاحب Second	اول
۱۲۸	لیاقت آباد کراچی	" عبدالسلام صاحب	دوم
۱۲۹	"	" چوہدری افضل علی صاحب	"
۱۳۰	"	" فضل الرحمٰن صاحب	اول
۱۳۱	"	" غلام رسول صاحب	"
۱۳۲	رام سوامی	" محمد عبداللہ مہر صاحب	"
۱۳۳	"	" صوفی عبدالرحمٰن صاحب	"
۱۳۴	"	" رفیع الزمان صاحب	"
۱۳۵	عزیز آباد کراچی	" چوہدری نذیر احمد صاحب	"
۱۳۶	"	" " احمد جان صاحب	"
۱۳۷	رام سوامی کراچی	" میاں محمد یوسف صاحب	"

معیار دوم

نمبر شمار	نام مجلس	نام امتحان دہندگان	ڈویژن
۱	گول بازار ربوہ	مکرم عبدالقادر صاحب	دوم
۲	"	" عبدالرحمٰن صاحب	"
۳	"	" قریشی محمود احمد صاحب	سوم
۴	"	" نذیر احمد صاحب	دوم
۵	"	" علی گوہر صاحب	سوم
۶	"	" غلام محمد صاحب	"
۷	"	" فضل دین صاحب	دوم
۸	"	" خدا بخش صاحب	"
۹	"	" برکت علی صاحب	اول
۱۰	گولیکی ضلع گجرات	" پیر فیض عالم صاحب	سوم

تصحیح

ماہ اگست کے شمارہ میں سہ ماہی دوم کا نتیجہ شائع کیا گیا تھا مگر جب اس میں نصاب درج کیا گیا تو بجائے ترجمہ نصف دوم پارہ پانچ، نماز جنازہ کا طریق اور دعائیں اور وفات مسیح کے پانچ دلائل قرآن مجید سے درج کرنے کے کتاب "ضرورۃ الامام" چھپ گیا تھا۔ احباب تصحیح فرمالیں۔

(قائد تعلیم)

نماز یہ ھی کہ روح گداز ھو کر خدا کی آستانہ پر گر پڑی

جس گھر میں اس قسم کی نماز ھوگی وہ گھر کبھی تباہ نہ ھوگا

———:o:———

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ھیں :۔

''ایک ضروری بات یہ ہے کہ تقوی میں ترقی کرو۔ ترقی انسان خود نہیں کر سکتا جب تک ایک جماعت اور ایک اس کا امام نہ ھو ۔ اگر انسان میں یہ قوت ھوتی کہ وہ خود ترقی کر سکتا تو پھر انبیاء کی ضرورت نہ تھی ۔ تقوی کے لئے ایک ایسے انسان کے پیدا ھونے کی ضرورت ہے جو صاحب کشش ھو اور بذریعہ دعا کے وہ نفسوں کو پاک کرے ۔ دیکھو اس قدر حکماء گزرے ھیں۔ کیا کسی نے صالحین کی جماعت بھی بنائی ؟ ھرگز نہیں ۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ وہ صاحب کشش نہ تھے ۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسے بنادی ۔ بات یہ ہے کہ جسے خدا تعالی بھیجتا ہے اس کے اندر ایک تریاقی مادہ رکھا ھؤا ھوتا ہے ۔ پس جو شخص محبت اور اطاعت میں اس کے ساتھ ترقی کرتا ہے تو اس کے تریاقی مادہ کی وجہ سے اس گناہ کی زھر دور ھوتی ہے اور فیض کے ترشحات اس پر بھی گرنے لگتے ھیں ۔ اس کی نماز معمولی نماز نہیں ھوتی ۔ یاد رکھو کہ اگر موجودہ ٹکروں والی نماز ھزار برس بھی پڑھی جاوے تو ھرگز فائدہ نہ ھوگا ۔ نماز ایسی شے ہے کہ اس کے ذریعہ سے آسمان انسان پر جھک پڑتا ہے ۔ نماز کا حق ادا کرنے والا یہ خیال کرتا ہے کہ میں مر گیا اور اس کی روح گداز ھو کر خدا کے آستانہ پر گر پڑی ہے ۔ اگر طبعیت میں قبض اور بدمزگی ھو تو اس کے لئے بھی دعا ھی کرنی چاھئیے کہ الٰہی تو ھی اسے دور کر اور لذت اور نور نازل فرما ۔ جس گھر میں اس قسم کی نماز ھوگی وہ گھر کبھی تباہ نہ ھو گا ،،

(ملفوظات جلد ششم)

ٹائٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا ۔